باسمہٖ سبحانہ
حرمتِ مسلم
مصنفہ
حضرۃ العلامۃ مولانا محمد فاروق صاحب اترانوی دامت برکاتہم
باہتمام
محمد عمر اترانوی
ناشر
مکتبہ فاروقیہ اتراؤں، الہ آباد
شمیم احمد القاسمی خطاط

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ
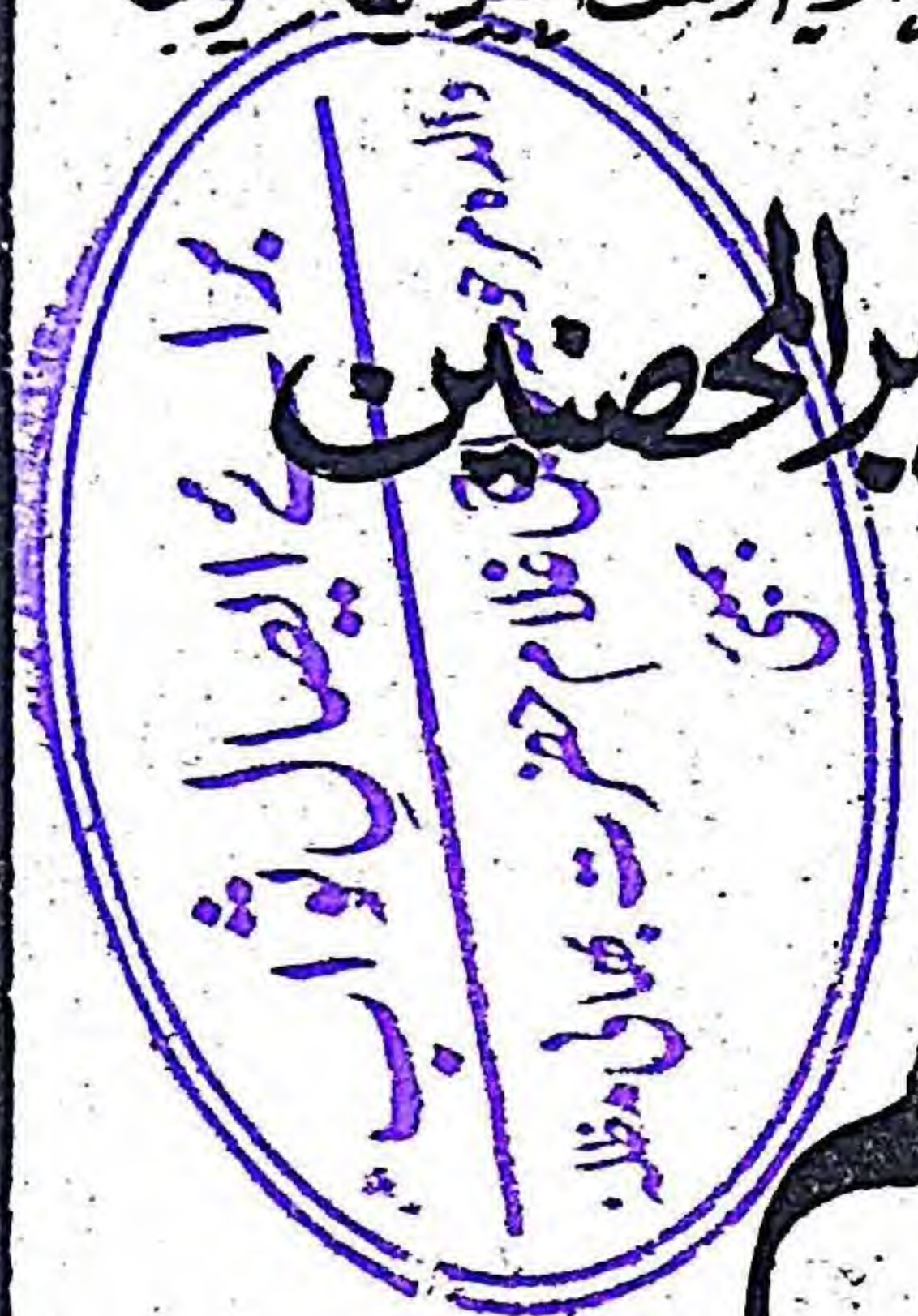
تحذیر المسلمین عن تعییر المحصنین

الملقب بہ

حرمت مسلم

مصنفہ

حضرت مولانا مولوی حافظ محمد فاروق صاحب اترانوی دامت برکاتہم

مرتب باہتمام
محمد عمر اترانوی

ناشر

مکتبہ فاروقیہ، اتراؤں، الہ آباد

عرفان

(تاج آفسیٹ پریس الہ آباد)

حامداً و مصلیاً

امابعد! احقر محمد فاروق غفرلہ اترالوی مظہر مدعا ہے کہ کوئی حادثہ و واقعہ کہیں رونما ہوتا ہے تو عوام الناس خصوصاً و خواص الناس عموماً بوجہ جہل وعناد وضد ونفسانیت انسانیت وتہذیب سے عاری ہوکر حدودِ شرع سے تجاوز کر جاتے ہیں۔

کچھ ایسی ہی صورت بعض مقامات پر پیش آئی، اور فساد وانتشار برپا ہو گیا تو مسلمانوں کو مختلف مجالس میں حدود واحکام شرع سے آگاہ کیا گیا۔ اور قرآن وحدیث کے ذریعہ انکی اصلاح کی کوشش کیگئی، الحمدللہ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اور فساد وانتشار میں بہت کمی ہو گئی

احباب کا مشورہ ہوا کہ اگر ان مضامین کو قلم بند کر دیا جائے تو امید ہے کہ مسلمانوں کو بہت نفع ہو۔ لہٰذا توکلاً علی اللہ ترتیب دیکر اس امید پر شائع کیا جارہا ہے کہ شاید مسلمانوں کو اس سے منتفع ہونیکی توفیق ہو، اور نام اُسکا تحذیر المسلمین عن تعبیر المحصنین، ملقب بہ حرمت مسلم تجویز کر دیا گیا۔ حق تعالٰے اس کو مسلمانوں کیلئے زیادہ سے زیادہ منتفع ہونے کی توفیق عطا فرماویں اور احقر کے لئے آخرت میں ذریعہ نجات بناویں، آمین،

مقام اترانوں، ضلع الٰہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد! قوم مسلم فی زماننا جس قومی و ملی انتشار اور اجتماعی اضمحلال میں مبتلا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اجتماعی حیثیت سے محروم ہونے کی بنا پر اس کا شخصی و انفرادی وجود بھی بے معنی ہو رہا ہے شقاق و نفاق کیوجہ سے زندگی فاسد ہوکر رہ گئی ہے۔ انواع و اقسام کی بد اخلاقیوں، معاشرہ کو گندہ اور برباد کر دینے والے رذائل، تباہ اور فاسد کر دینے والے کمینہ خصائل، کذب، غیبت، حسد، بغض، بدگمانی، تہمت تراشی، اور ایک دوسرے کی آبرو ریزی وغیرہ میں ابتلاء عام کیوجہ سے پوری قوم من حیث القوم نجات اخروی سے حرمان کے خطرہ کے ساتھ ساتھ پُرسکون، راحت بخش، پاکیزہ اور نورانی اسلامی زندگی سے محرومی سے ہمکنار اور طرح طرح کے آفات و بلیات آلام و مصائب کا شکار ہے۔ خداوندی جوتہ سروں پر پڑ رہا ہے مگر مسلمانوں کو ہوش نہیں آرہا ہے۔ قومی و ملی شیرازہ منتشر ہے ادبار و نکبت طاری ہے مگر مسلمان خواب خرگوش میں مبتلا ہے۔ یاد رکھو قومی و ملی وجود کا سرچشمہ اخلاق حسنہ اور افراد کا آپس میں محبت و موانست اور اشخاص کا باہمی ربط و تعلق ہے اور باہمی معاملات و تعلقات کا انحصار ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے حقوق و حالات کی رعایت اور باہمی امداد و اعانت

محبت ومؤانست، تعلق ویگانگت، اور مودت واخوت کی استواری بس یہی وہ چیز ہے جوایک مضبوط اجتماعی حیثیت اور ایک عظیم طاقت وشوکت کا ذریعہ اور دنیا اور آخرت میں حق تعالیٰ شانہ کی امداد ونصرت کا ضامن ہے

یوں تو شریعت مقدسہ نے تمام مخلوق ہی کے ساتھ احسان وسلوک کی ترغیب دی ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (رواہ البیہقی)	مخلوق خدا کا کنبہ ہے لہٰذا خدا کے نزدیک مخلوق میں بہترین اور اللہ کو محبوب وہ شخص ہے جو

خدا کے کنبہ کے ساتھ احسان کرے۔

لیکن خصوصیت کے ساتھ قرآن وحدیث میں ایک طرف آپس میں ربط وتعلق، یگانگت ومودت واخلاص ومحبت کا معاملہ کرنے اور اصلاح ذات البین اور اس کے اسباب ودواعی کے اختیار کرنے کی، دوسری طرف نفرت ومہاجرت، نفاق وعداوت کا معاملہ نہ کرنے اور فساد ذات البین اور اس کے اسباب ودواعی سے احتراز کرنے کی جس قدر تاکید واہمیت بیان کیگئی ہے اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ ایک مسلمان کے کردار اور اس کی قومی حیثیت ووجاہت اس کے شخصی وقار اور اس کی نجی زندگی کو معاشرہ میں ذلت ورسوائی سے اور داغدار ہونیسے بچانے پر جتنا زور دیا ہے وہ بیان سے باہر ہے

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ	مسلمان ایک دوسرے کے حقیقی یا بوجہ دین میں

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ شریک معنوی بھائی ہیں۔ سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو (تاکہ اخوت قائم رہے) اور اصلاح کے وقت اللہ سے ڈرتے رہا کرو (یعنی حدود شرعیہ کی رعایت رکھا کرو) تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

یاد رکھو دو بھائیوں کی جنگ یا صلح دو دشمنوں کی صلح یا جنگ نہیں ہے بلکہ دو بھائیوں کی جنگ یا صلح ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں دشمنوں یا کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے بلکہ جب دو بھائی باہم ٹکرا جائیں تو یونہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو۔ بلکہ اصلاح ذات البین کی پوری پوری کوشش کرو۔ ایسی کوشش کرتے وقت اللہ سے ڈرتے رہو۔ کہ کسی کی بے جا طرفداری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الا اخبرکم بافضل من درجۃ الصیام والصدقۃ والصلوۃ قالوا بلیٰ یارسول اللّٰہ قال اصلاح ذات البین ثم قال وفساد ذات البین ھی الحالقۃ لا اقول ھی حالقۃ الشعر بل ھی حالقۃ الدین

کیا میں تم کو ایک ایسا عمل نہ بتادوں جس کے ثواب کا درجہ، روزے، صدقے، نماز کے ثواب سے زیادہ ہے صحابہ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ، ارشاد فرمایا، اصلاح ذات البین، پھر فرمایا، فساد ذات البین تو مونڈنے والی چیز ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بال کی مونڈنے والی ہے بلکہ یہ دین کی مونڈنے والی ہے۔

ذات البین کے معنی ہیں درمیان والی باتیں اور حالتیں، یعنی وہ احوال جن میں کوئی باہمی طور پر مبتلا ہوں، جیسے بُغض وعداوت، جنگ وجدل وغیرہ
تو اصلاح ذات البین کا مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ باہم بُرے حالات کا شکار ہوں، بُغض وعناد، لڑائی جھگڑے میں پھنس کر اپنے آپ کو فتنہ وفساد میں ڈالے ہوئے ہوں، تو ان فساد پیدا کرنیوالی باتوں کو اصلاح کر کے باہمی اُلفت ومحبت میں بدل دیا جائے اور فساد ذات البین اس کے بالکل بَرعکس ہے،
فساد ذات البین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حالقہ فرمایا۔ حلق کے معنیٰ ہیں بال مونڈنا، تو حالقہ کے معنی ہوئے "بال کو مونڈنیوالی" لہٰذا فساد ذات البین کے معنیٰ یہ ہوئے کہ لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد کا بیج بونا، اور یہ ایسی خصلت ہے جو دین کو تباہ وبرباد کر دیتی ہے۔ جیسے کہ اُسترہ بالوں کو صاف کر دیتا ہے،
بہر حال اس ارشاد گرامی کا مقصد لوگوں کے درمیان اتفاق واتحاد، صلح وصفائی، اور فساد مٹانیکی ترغیب دینا، اور لوگوں میں افتراق وانتشار پیدا کرنے سے متنفر کرنا ہے۔ اور اس کا ثواب جو نماز، روزہ، اور صدقہ سے زیادہ بتایا ہے تو اس کی تشریح میں تو بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نفل نماز، نفل روزہ، نفل صدقہ، ہے۔ فرض عبادت مراد نہیں، لیکن حضرت ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ویسے تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ حقیقی مراد کیا ہے۔ لیکن اگر دو فریقوں کے درمیان پائی جانیوالی عداوت،

اور دشمنی کی نوعیت یہ ہو کہ اس کے نتیجے میں لوگوں کی خونریزی، مال واسباب کی غارت گری، فوجداری، مقدمہ بازی، وغیرہ میں روپیہ پیسہ کا ضیاع اور عزت وناموس کی بے حرمتی کا ہونا یقینی ہو، تو مقتضائے قیاس یہ ہے کہ ایسی عداوت ودشمنی کو ختم کرانا" اور دونوں فریقوں کے درمیان صلح وصفائی کرانا مذکورہ فرض عبادتوں سے بھی افضل ہو۔ (گو جزوی ہو) کیونکہ اول تو یہ عبادات ایسا عمل ہیں جو کسی وقت چھوٹ جائیں تو ان کی قضا ہو سکتی ہے۔ جب کہ اس عداوت ودشمنی کے نتیجہ میں ہلاک ہونیوالی جانیں" اور تباہ وبرباد ہونیوالے مال،" اور بے حرمت ہونیوالی عزت وناموس کی مکافات ممکن نہیں" (اور ان مذکورہ عبادات کے تعطل کی بھی نوبت آسکتی ہے) دوسرے یہ کہ ان عبادات کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور مذکورہ ہلاکت وتباہی کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض اعتبار سے پروردگار عالم کے نزدیک حقوق العباد کی اہمیت حقوق اللہ سے زیادہ ہے اور اس حقیقت کی بنا پر یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ یہ جنس عمل یعنی لوگوں کے درمیان صلح کرانا اس جنس عمل یعنی عبادات پر بہر حال جزوی فضیلت ضرور رکھتا ہے"

ہر خبر کو بغیر تحقیق قبول نہ کرنا چاہئے

اور اکثر نزاعات ومناقشات کی ابتدا چغل خوری اور جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے اس لئے اول اختلاف وتفریق کے اسی سرچشمہ کو بند کرنیکی پر وردگار عالم نے نہایت ہی پُر زور اور دلوں کو بہترین تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۝	اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق اور شریر تمہارے پاس کوئی خبر لائے (جس میں کسی کی شکایت ہو) تو بدوں تحقیق کے اس پر عمل مت کیا کرو بلکہ اگر عمل کرنا

ہو تو) خوب تحقیق کر لیا کرو۔ کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہونچا دو۔ پھر کل کو اپنے کئے پر پچھتانا پڑے ؎

بہرحال کسی خبر کو یونہی بے تحقیق قبول نہ کیا کرو۔ فرض کیجیے کہ ایک بے راہ رو اور تکلیف دہ آدمی نے اپنے کسی خیال اور جذبے سے بے قابو ہو کر کسی قوم کی شکایت کی۔ تم محض اس کے بیان پر اعتماد کر کے اس قوم پر چڑھ دوڑے۔ بعدہٗ ظاہر ہوا کہ اس شخص نے غلط کہا تھا۔ تو خیال کرو کہ اس وقت کس قدر پچھتانا اور اپنی جلد بازی پر کیا کچھ ندامت ہوگی اور اس کا نتیجہ جماعت اسلام کے حق میں کیسا کچھ خراب ہوگا

(تنبیہ) فتبینوا سے یہ مقصود نہیں کہ ضرور اس خبر کی تحقیق کیجائے۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر ہم کسی شخص کی برائی سن کر بالکل التفات نہ کریں تو جائز ہے۔ بلکہ بعض جگہ تو

تجسس حرام ہے۔ بلکہ مقصود اس سے نہی ہے عمل بلا تحقیق سے۔ اور یہ مسئلہ مستقل ہے کہ کہاں واجب ہے، کہاں جائز ہے، اور کہاں ممنوع ہے۔ سو اس میں قول مجمل یہ ہے کہ جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب شرعی فوت ہوتا ہو۔ وہاں واجب ہے مثلاً سلطان کسی کے ارتداد کی خبر سنے تو چونکہ ارتداد کی صورت میں اس پر واجب ہے کہ اس کو توبہ کرا دے۔ ورنہ قتل کرے، اس لئے تحقیق واجب ہو گی۔ یا سلطان نے سنا کہ فلاں شخص فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے تو چونکہ بوجہ سلطان ہونے کے حفاظت رعایا کی اس کے ذمہ واجب ہے اس لئے اس کی تحقیق اور انتظام واجب ہے۔ اور جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب فوت نہیں ہوتا۔ اور تحقیق کرنے سے اس مبلغ عنہ کا بھی کوئی ضرر نہیں تو وہاں تحقیق جائز ہے واجب نہیں جیسے سنا کہ فلاں شخص مجھکو مارے گا

اور اگر تحقیق کرنے سے اپنی کوئی دفع مضرت نہیں اور اس دوسرے کو ناگواری ہے تو تحقیق حرام ہے۔ جیسے کسی نے سنا کہ فلاں شخص خفیہ شراب پیتا ہے تو تحقیق نہ کرنے سے اپنا کوئی ضرر نہیں اور تحقیق کرنے سے وہ فضیحت و رسوا ہوتا ہے خوب سمجھ لیا جائے (بیان القرآن)

الغرض نزاعات و فسادات کو روکنے کی عمدہ تدبیر یہی ہے کہ جھوٹی سچی خبروں لگائی بجھائی، اور چغلخوری کیطرف بالکل التفات ہی نہ کیجائے۔ ضروری اور جائز صورت میں خوب تحقیق کر لی جایا کرے تو انشاء اللہ نزاع اور مناقشہ کی نوبت

ہی نہ آئے۔ اور اگر اتفاقاً اختلاف رونما ہی ہو جائے تو پُر زور اور موثر طریقے سے اس کو مٹایا جائے۔ لیکن جب تک نزاع کا خاتمہ نہ ہو کوشش ہونی چاہئے کہ کم از کم جذبات منافرت و مخالفت زیادہ تیز اور مشتعل نہ ہونے پاویں

نیز حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔــوْلًا	اور جس بات کی تجھکو تحقیق نہ ہو۔ اس پر عملدرآمد مت کرو۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے

ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہو گی (کہ کان کا استعمال کہاں کیا اور آنکھ کا استعمال کہاں کیا۔ دل میں بے دلیل بات کا خیال کیوں جمایا) (بیان القرآن)

اور ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ ہے۔ اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو۔ بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہو گی۔ یعنی بے تحقیق بات زبان سے مت نکال۔ نہ اس کی اندھا دھند پیروی کر۔

آدمی کو چاہئے کہ کان اور آنکھ اور دل و دماغ سے کام لیکر اور بقدر کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منھ سے نکالے یا عمل میں لائے۔ سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یوں ہی اٹکل پچو کوئی قطعی حکم نہ لگائے۔ یا عمل درآمد شروع نہ کر دے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط تہمتیں لگانا۔ بے تحقیق چیزیں سُن کر کسی کے درپے آزار ہونا، یا بغض و عداوت قائم کر لینا، باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، اَن دیکھی یا اَن سنی چیزوں کو دیکھی

یا سنی ہوئی بتلانا، یا غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا بے موقع تو خرچ نہیں کیا۔ (فوائد شبیری)

تمسخر استہزا اور بُرے لقب سے یاد کرنا ظلم اور گناہ ہے

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جہاں دو شخصوں، یا دو بھائیوں، یا دو جماعتوں میں اختلاف رونما ہوا تو ایک دوسرے کے ساتھ تمسخر اور استہزا کرنے لگتا ہے۔ ذرا سی بات ہاتھ لگ گئی اور ہنسی، مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ ذرا سا کوئی عیب جھوٹ سچ کسی سے سُن پایا یا دیکھ پایا تو فوراً اس کو طشت از بام کر کے اس کو رسوا کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا۔ حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ شاید جس کا مذاق اڑا رہا ہے اور بدنام و رسوا کر رہا ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہو۔ بلکہ بسا اوقات یہ خود بھی اختلاف سے پہلے اس کو بہتر سمجھتا ہوتا ہے۔ مگر ضد اور نفسانیت میں دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا

اس طریقے سے نفرت و عداوت کی خلیج روز بروز وسیع ہوتی رہتی ہے اور قلوب میں اس قدر بُعد ہو جاتا ہے کہ صلح و ائتلاف کی کوئی امید باقی نہیں رہتی اس سلسلے میں ارشاد ربانی پر غور کرو، ارشاد ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ	اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان

مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ

(ہنسنے والوں) سے اللہ کے نزدیک بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ (جن پر وہ ہنستی ہیں) وہ ان ہنسنے والیوں سے خدا کے نزدیک بہتر ہوں (پھر وہ تحقیر کیسے کرتی ہیں) اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو (کیونکہ یہ سب باتیں گناہ کی ہیں) اور ایمان لانیکے بعد مسلمان پر گناہ کا نام لگنا ہی برا ہے اور جو ان حرکتوں سے باز نہ آوینگے تو وہ (بوجہ اتلافِ حقوق العباد) ظالم ہیں "

کسی کا برا نام ڈالنے برے لقب سے پکارنے سے آدمی خود گنہگار ہوتا ہے۔ اُسے تو واقع میں عیب لگا یا نہ لگا مگر اس کا نام، فاسق، زانی، عیاش، بدکار، چور، ڈاکو، مکار، دغاباز، ظالم، اوباش، لنگڑا، بھینگا، اندھا، کانا، اور لولا، وغیرہ وغیرہ میں سے کوئی نام پڑ گیا۔ ذرا خیال کرو مومن کے بہترین لقب کے بعد یہ نام کیا اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب ایک شخص ایمان لاچکا اور مسلمان ہوگیا۔ اس کو اسلام سے پہلے کی باتوں پر طعنہ دینا، یا اس وقت کے بدترین القاب سے یاد کرنا، مثلاً یہودی، نصرانی، چمار، پاسی، وغیرہ کہہ کر پکارنا نہایت مذموم حرکت ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی عیب میں مبتلا ہو۔ اور وہ اس کا اختیاری نہ ہو۔ یا ایک گناہ سے فرض کیجئے

توبہ کر چکا ہو۔ چڑانے اور تحقیر واہانت کیلئے بھی اس کا ذکر کرنا ناجائز،
حرام اور مذموم ہے کیونکہ یہ سب باتیں دل دکھانیوالی ہیں جن سے باہمی رنجش
اور عداوت پیدا ہونیکا اندیشہ ہے۔
آیت پاک کے آخر میں فرماتے ہیں کہ جو پہلے ہو چکا ہو چکا اب توبہ کرلو، اگر ان
احکام و ہدایات کے سننے کے بعد بھی ان جرائم سے توبہ نہ کی تو اللہ کے نزدیک
اصلی ظالم یہ ہی ہونگے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں کہ اذا قال الرجل للرجل یا یہودی فاضربوا عشرین واذا قال
یا مخنث فاضربوا عشرین ومن وقع علی ذات محرم فاقتلوہ (ترمذی)
یعنی جو شخص کسی مسلمان کو کہے اے یہودی، تو اس کو بیس کوڑے مارو۔ اور اگر اس کو مخنث
کہے تب بھی اس کو بیس کوڑے مارو۔ اور اگر کوئی محرم عورت سے زنا کا مرتکب ہو تو اسے
مار ڈالو۔

چنانچہ حضرات علماء فرماتے ہیں کہ اسی طرح اس شخص کو بھی سزا دیجائی جو کسی مسلمان
پر زنا کے علاوہ کسی اور برائی کی تہمت لگائے، مثلاً ان الفاظ کے ذریعہ ان
کو مخاطب کرے، اے فاسق، اے فاجر، اے کافر، اے نصرانی، اے یہودی،
اے چور، اے لوطی، یعنی اغلام باز، اے لڑکوں کے ساتھ کھیلنے والے، اے سود خور،
اے دیوث، اے مخنث، اے خائن، اے رنڈی کی اولاد، اے زانیہ کے بچے

اے زندیق، اے کتّے، اے زانیوں یا چوروں کے پُشت پناہ، اے حرامزادے،
ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ فتاویٰ قاضی خاں میں تو مطلقاً ہے لیکن علامہ ناطفی نے
رجل صالح کی قید لگائی ہے۔ ہاں بندر، سور، کتا، بیل، بھیڑیا، سانپ، مسخرہ،
عیار، بیوقوف، وغیرہ کہنے کو جائز کہا ہے۔ لیکن اگر کسی شریف اور عزت دار
آدمی کو ان الفاظ سے مخاطب کرے تو علماء نے ایسے شخص کو بھی سزا دینا مستحسن
سمجھا اور پسند کیا ہے۔ اور محرم عورت سے زنا کے ارتکاب کی سزا حضرت امام احمدؒ
کے نزدیک تو قتل ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک وہی سزا ہے جو غیر محرم سے زنا
کے ارتکاب کی ہے اور حدیث کے اس لفظ کو زجر و تہدید پر محمول کیا ہے

بدگمانی، تجسس، غیبت

اختلاف و تفریق باہمی کے بڑھانے میں جن امور
خصوصیت سے زیادہ دخل ہے ان میں سے ایک
یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے ایسا بدگمان ہو جاتا ہے کہ حسن ظن کی کوئی گنجائش
نہیں چھوڑتا۔ مخالف کی کوئی بات ہو یہ اس کا محمل اپنے خلاف نکال لیتا ہے۔ اس کی
بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک پہلو برائی کا نکلتا ہے تو ہمیشہ اُسکی
طبیعت برے پہلو کی طرف چلیگی۔ اور یہ اسی بُرے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار
دیکر فریق مقابل پر تہمتیں اور الزام لگانا شروع کر دیگا۔
اور ایک یہ ہے کہ پھر نہ صرف یہ ہی کہ ایک بات حسب اتفاق پہونچ گئی۔ اور بدگمانی

سے اس کو غلط معنی پہنا دیئے۔ نہیں! بلکہ اس جستجو میں رہتا ہے کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید اور واقعات معلوم ہوں جس پر ہم خوب حاشیے چڑھائیں۔ اور اس کی غیبت سے اپنی مجلس کو گرم کریں ان تمام خرافات سے قرآن کریم منع کرتا ہے۔ ارشاد ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝	اے ایمان والو! بہت گمانوں سے اور تہمتوں سے بچا کرو۔ کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں (اس لئے سب اقسام کے ظن کو تحقیق کرکے کہ کونسا ظن جائز اور کونسا ناجائز ہے حد جواز تک رہو) اور کسی کے عیب کا سراغ مت لگایا کرو۔ اور کوئی

کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے۔ (غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو نوچ نوچ کر کھانا ہے) کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس کو تو تم (ضرور) ناگوار سمجھتے ہو (پس غیبت بھی اس کے مشابہ ہے اس سے بھی نفرت ہونی چاہئے۔ جس طرح انسان کو اسکا گوشت جسمانی نوچ کر کھانیسے تالم اور اذیت جسمانی ہوتی ہوتی ہے اسیطرح اس کی عزت وآبرو اسکے گوشت سے کہیں زیادہ اعز واشرف ہے آبرو کے رخنہ ہونے اور لٹنے سے تالم اور اذیتِ قلبی وروحانی ہوتی ہے۔

سبحان اللہ سبحان اللہ کیسی بیش بہا ہدایات ربانی اور کیسی نورانی تعلیمات حقانی ہیں۔ آج اگر مسلمان سمجھیں تو ان کے سب سے بڑے مرض کا مکمل علاج سورہ حجرات میں

اس ارشاد ربانی میں موجود ہے ۔ اگر مسلمان ان پر عمل کریں تو جو اختلافات بد قسمتی سے پیش آجاتے ہیں ۔ وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں ۔ اور ان کا ضرر بہت محدود ہو کر رہ جائے ۔ بلکہ چند روز میں نفسانی اختلافات کا نام و نشان باقی نہ رہے ۔

حرمت مسلم کی اہمیت

خوب یاد رکھو کہ انسان کیلئے سب سے بڑی چیز آبرو ہے ۔ اس پر حملہ بڑے کینہ اور خبیث دشمن کا کام ہے ۔ آدمی اپنی جان سے بڑھکر عزت و آبرو کو سمجھتا ہے اور جان سے زیادہ اس کی حفاظت کرتا ہے ۔ عزت و آبرو کیلئے جان تک دینا گوارہ کر لیتا ہے ۔ اور آبرو پر آنچ نہیں آنے دینا چاہتا ۔ اور دنیا میں کوئی چیز عزت سے زیادہ نازک ہے بھی نہیں ۔ یہ وہ شیشۂ نازک ہے جو ذرا سی ٹھوکر سے پاش پاش ہو جاتا ہے ۔ اور یہ وہ آبگینہ ہے جو پتھر پھینکنے سے نہیں بلکہ پتھر پھینکنے کے ارادے سے چور چور ہو جاتا ہے ۔ غلط سی غلط بات جب کسی آبرو دار اور نیک آدمی کی نسبت کوئی شریر کہہ بیٹھتا ہے تو یا تو وہ شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے، یا غصہ سے آگ بگولہ ہو جاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک مسلمان کی حرمت و آبرو کی بڑی قیمت ہے ۔

حضرت عمرو بن العاص کے صاحبزادے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خانہ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ

ما اطیبک، و اطیب ریحک، ما اعظمک و اعظم حرمتک، والذی نفس محمد بیدہ لحرمۃ المومن اعظم عند اللہ حرمۃ منک ماله ودمه، وان نظن به الا خیرا (ابن ماجہ)	اے کعبہ تو کیسا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کیسی پاکیزہ ہے۔ کسقدر تو عظمت والا ہے، اور کیسی بڑی عزت وآبرو والا ہے۔ قسم اس ذات والاشان کی کہ جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے یقیناً مؤمن کی

حرمت وآبرو، مومن کے مال کی حرمت، مومن کے خون کی حرمت، اور مومن کے ساتھ نیک گمان رکھنے کی عظمت، اللہ رب العزت کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے۔

صاحب انجاح الحاجہ فرماتے ہیں کہ

ای حرام علینا ان نظن بالمسلم الا ظن الخیر	یعنی ہمارے اوپر حرام ہے کہ ہم سوائے خیر کے کسی مسلمان

پر بدگمانی کریں، اور تہمت لگائیں

اور حضرت عمر رضی اللہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے ایک دن خانہ کعبہ کیطرف دیکھا تو فرمایا کہ

ما اعظمك وما اعظم حرمتك والمومن اعظم حرمة عند الله منك	اے کعبہ تیری کیسی عظمت ہے اور تیری حرمت و عزت کی عظمت کس قدر بلند ہے لیکن اللہ کے

نزدیک مومن کی عزت وآبرو کی عظمت تجھ سے بڑھکر ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر جبکہ آپ اپنی ناقہ قصویٰ

پر سوار ہو کر وعظ فرما رہے تھے، ارشاد فرمایا،

اتدرون ای یوم ھٰذا وای شھر ھٰذا وای بلد ھٰذا قالوا ھٰذا بلد حرام وشھر حرام ویوم حرام	اے لوگو جانتے ہو یہ کونسا دن ہے اور کون سا مہینہ ہے اور کونسا شہر ہے۔ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ حرمت والا شہر اور

حرمت والا مہینہ اور حرمت والا دن ہے

قال الا ان اموالکم ودماءکم واعراضکم حرام کحرمۃ شھرکم ھٰذا فی بلدکم ھٰذا فی یومکم ھٰذا (ابن ماجہ)	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خبردار ہو جاؤ،، تمہارے مال تمہارے خون تمہاری عزت وآبرو ایسی ہی حرمت والی ہے جیسے تمہارے اس مہینے

تمہارے اس شہر تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔

محشی فرماتے ہیں کہ

معنی الحدیث ان دماءکم واموالکم متاکدۃ التحریمۃ شدیدۃ	حدیث کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے خون اور مال اور آبرو کی حرمت بہت زیادہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" ان اللہ قد حرم علی المومن من المومن دمہ ومالہ وعرضہ وان نظن بہ ظن السوء بے شک اللہ تعالیٰ نے مومن پر مومن کے خون، مال، وآبرو کو حرام کیا ہے اور مومن پر بدگمانی کرنیکو حرام کیا ہے،،

الغرض مومن کی عزت وآبرو بڑی ہی قیمتی (اور نازک) شئے ہے، اور اللہ رب العزت کے نزدیک بڑی ہی محترم ہے۔ لہٰذا مسلمان کی آبروریزی کرنا اس کے قلب کو بہت زیادہ

متاذی و متالم کرنا ہے ۔ اور پروردگار عالم کو بہت زیادہ ناراض اور غضبناک کرنا ہے اس لئے قرآن و حدیث میں مسلمان کی عزت و آبرو کا پردہ چاک کرنیکی بہت زیادہ وعید بیان کیگئی ہے ۔ مسلمان کو اذیت دینے اور جو چیزیں کہ مسلمان کے لئے موجب اذیت اور آبرو ریزی کا باعث ہیں ان کی بہت زیادہ مذمت کیگئی ہے اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں ارشاد فرمایا

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ؏	اور جو لوگ تہمت لگاتے اور ایذا پہونچاتے ہیں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بدوں گناہ کے تو اٹھایا انھوں نے بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا (ترجمہ شیخ الہند)

اگر وہ ایذا قولی ہے تو بہتان ہے اور اگر فعلی ہے تو مطلق گناہ ہے ہی (بیان القرآن)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ تدرون اربی الربا عند اللہ ۔ جانتے ہو سب سے بڑا سود اللہ کے نزدیک کیا ہے ۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم ۔ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں ، آپ نے ارشاد فرمایا کہ

فان اربی الربا عند اللہ استحلال عرض امرئ مسلم ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ	بے شک اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے بڑا سود مسلمان آدمی کے آبرو کو حلال سمجھنا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت والذین یؤذون الآیۃ پڑھی جس کا ترجمہ اوپر گذر چکا ہے

اِثْمًا مُّبِیْنًا ۝ ـــــــــ کہ جولوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تہمت سے تکلیف دیتے ہیں بغیر گناہ کے تو وہ جھوٹ اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا، کہ

الربا اثنان وسبعون بابا ادناها مثل اتیان الرجل امه وان اربی الربا استطالة الرجل فی عرض اخیه وفی روایة اربی الربا و اخبث الربا انتهاك عرض المسلم وانتهاك حرمته۔

سود بہتر باب ہیں۔ ان میں سب سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے آدمی کا اپنے ماں سے زنا کرنا، اور سود سے بھی بڑا سود آدمی کی اپنے بھائی کے آبرو میں زبان درازی کرنا ہے، اور ایک روایت میں ہے، سب سے بڑا سود اور سب سے خراب سود مسلمان کی آبرو کو پھاڑنا اور حرمت کا پھاڑنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لیس منی ذو حسد ولا نمیمة ولا کهانة ولا انا منه ثم تلا رسول الله صلی الله علیه وسلم وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ۝

حسد کرنیوالا اور چغل خور اور کاہن مجھ سے نہیں ہے نہ میں اس سے ہوں (یعنی ان کا تعلق مجھ سے بالکل منقطع ہے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یعنی جولوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تہمت لگا کر تکلیف اور ایذا دیتے ہیں بدوں گناہ کے

تو وہ جھوٹ اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں (تلاوت فرمائی)

دیکھئے سود کی وعید بیان کرتے ہوئے سورہ بقرہ میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ | اللہ و رسول سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ،، اور حدیث قدسی ہے کہ

من اذی لی ولیاً فقد اٰذنتہ الحرب	جس نے میرے ولی کو تکلیف دی تو میں اس کو اعلان جنگ دیتا ہوں۔

علماء و صلحاء تو اللہ کے ولی ہیں ہی۔ ہر مومن خواہ وہ کیسا ہی گنہگار ہو اللہ کا ولی ہے گو خاص و عام کا فرق ہے۔ بہرحال اس کو تکلیف دینا علی الخصوص علماء و صلحاء کو ایذا دینا، خصوصاً آبرو ریزی کر کے تکلیف دینا، اللہ و رسول سے جنگ کے لئے تیار ہونا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو بھی اللہ و رسول سے جنگ کیلئے تیار رہنا چاہئے اور چونکہ مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے حتیٰ کہ خانہ کعبہ سے بھی زیادہ ہے لہٰذا اس کی ہتک حرمت بھی کعبہ کی ہتک سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور اس سے بدتر جرم ہے۔ حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ستائیسویں مجلس میں فرمایا کہ

عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذیۃ المؤمن اعظم عند اللّٰہ من نقض الکعبۃ والبیت المعمور خمس عشر مرۃً	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن کو ایذا دینا اللہ کے نزدیک کعبہ شریف اور بیت معمور کو منہدم کرنے سے پندرہ گنا زیادہ گناہِ عظیم ہے

خصوصاً فقراء، اہل اللہ، علماء، وصلحاء کو اذیت دینا ،،
چنانچہ حضرت شیخ جیلانی فرماتے ہیں

(اسمع ویلك یا من لم یزل یوذی فقراء اللہ عزوجل وھم المومنون به الصانحون له العارفون به المتوکلون علیه	سن! افسوس تجھ پر اگر تو اللہ کے فقیروں کو ایذائیں پہونچاتا ہے ،یعنی اللہ پر ایمان لانیوالوں کو ،، اس کے لئے نیکیاں کرنیوالوں کو، اس کے پہچاننے والوں کو اور اس پر توکل کرنیوالوں کو،،

اس لئے یہ جرم اللہ ورسول سے جنگ کا زیادہ باعث ہے ،اسی لئے اس کو بڑا سود کہا۔
اصطلاح شریعت میں ربوٰ یعنی سود کا مفہوم ہے خرید وفروخت میں اور قرض میں واجب حق اور اصل رقم سے زیادہ لینا ، لہٰذا کسی مسلمان کے بارے میں ایسا رویہ اختیار کرنا یا ایسے الفاظ کا زبان سے نکالنا جس کا اس مسلمان کے بارے میں اس کو کوئی حق نہیں پہونچتا ،اور نہ اس کا کوئی تعلق کسی ایسے معاملے سے ہو جس میں اس طرح کا رویہ اختیار کرنا ، یا اس طرح کے الفاظ کے استعمال کی شرعی طور پر اجازت ہو، گویا اس چیز کی طرح ہے جو اپنے حق سے زیادہ اور نہایت ظلم کے ساتھ لیگئی ہو۔ اس اعتبار سے کسی کی آبرو ریزی کیلئے زبان درازی کو ربوٰ یعنی سود سے تشبیہ دیگئی ہے۔ پھر اسکو اربی الربو یعنی بڑا سود کہا گیا۔ اس لئے کہ کسی مسلمان کے نزدیک اس کی عزت وآبرو اس کے مال وزر سے زیادہ حیثیت اور قیمت رکھتی ہے۔ اور مال وزر کی بہ نسبت عزت وآبرو کا نقصان زیادہ تکلیف دِہ اور سخت ہوتا ہے

اپنے دوست یا بھائی کسی مسلمان کو ناحق، جھوٹ، تہمت، یا الزام لگانا انتہا درجے کی خباثت باطنی اور کمینہ پن کی دلیل تو ہے ہی۔ ستار العیوب وغفار الذنوب جل وعلا شانہ اور صاحب خلق عظیم رؤف رحیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی مسلمان بھائی کے اوپر شک اور بدگمانی (اور بدگمانی) کیوجہ سے تجسس و تتبع عورات سے بہت زیادہ احتراز کرنیکی تاکید فرمائی ہے۔ بلکہ اگر کوئی عیب دیکھ بھی لے تو بھی اسکے ذکر وغیبت کو ممنوع قرار دیا ہے حتیٰ کہ اگر شرعی طریقہ سے ثبوت بھی ہو جائے اور سزا بھی ملجائے تب بھی اس کے ذکر و بدگوئی کو بہت زیادہ ناپسند کیا ہے۔

ہر طرح کی ترغیب سے ترہیب سے مسلمانوں کو اس سے احتراز واحتیاط کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ غیبت اور برائی اور مسلمان کی آبروریزی اور پردہ دری تو درکنار اس کو پسند کرنیکو بھی ناپسند کیا ہے اور بہت زیادہ وعید بیان کی ہے حق تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝	جو لوگ چاہتے ہیں اور پسند کرتے ہیں (یعنی اس کی کوشش عمل کرتے ہیں) کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو (یعنی یہ خبر شائع ہو کہ فلاں

فلاں میں فلاں بے حیائی کی بات ہے) ان کیلئے دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ (کونسی معصیت کس درجہ کی ہے) اور تم (اس کی پوری حقیقت) نہیں جانتے

مطلب یہ ہے کہ لوگ چاہتے ہیں کہ بدکاری پھیلے یا بدکاری کی خبریں پھیلیں

اور یہ چاہنے والے منافقین تھے۔ لیکن ان کا تذکرہ کر کے مومنین کو بھی متنبہ فرمادیا، کہ اگر فرض کرو کسی کے دل میں ایک بُری بات کا خطرہ گذرا، اور بے پروائی سے کوئی لفظ زبان سے بھی کہہ گذرا، تو چاہئے کہ اب ایسی مہمل بات کا چرچا کرتا نہ پھرے۔ اگر خواہی نخواہی کسی مومن کی آبروریزی کریگا۔ تو خوب سمجھ لے کہ اس کی آبرو بھی محفوظ نہ رہیگی، حق تعالےٰ اسکو ذلیل وخوار کر کے چھوڑیگا

اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جن کو ان گندی باتوں کے تذکرہ کرنے اور سننے میں مزا ملتا ہے۔ ان کے حسد اور بغض کی آگ ٹھنڈی ہوتی ہے

چنانچہ بعض لوگ تو خوش ہوکر اور مزے لے لیکر ان واہیات باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ نہایت چالاکی اور مکاری اور عیاری سے اظہار افسوس کے بہانے سے ذکر کر دیتے ہیں۔ کہ کیا کہوں دیکھا نہیں جاتا۔ فلاں آدمی کو اپنی بدنامی کا احساس نہیں اور نہ دوسرے شریف مسلمانوں کی بدنامی کا احساس ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کو لوگ جھوٹ جھوٹ ایسا ایسا کہہ رہے ہیں سُن سُن کر افسوس ہوتا ہے بے چارے کو بدنام کر رہے ہیں۔ کبھی مجمع کو دیکھ کر کہتے ہیں۔ ارے بھائی، آپ لوگوں نے سنا ہے لوگ فلاں آدمی کو ایسا ایسا کہہ رہے ہیں کیا یہ بات صحیح ہے ہمیں تو بالکل جھوٹ ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح مجلس میں چھیڑ چھاڑ کر چرچا اٹھا دیتے ہیں اور لوگوں میں گلچھپ شروع ہو جاتی ہے اور خوب چیکے چیکے سنا کرتے ہیں اور یہ نفس کی شرارت اور خباثت ہوتی ہے۔

محض چرچا کرنا اور اس قسم کی واہیات باتوں کو پھیلانا مقصود ہوتا ہے۔ اظہار نسو وغیرہ مقصود نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں کو غصہ کے وقت دل کے پھپھولے پھوڑنا منظور ہوتا ہے۔ لہٰذا دل کی کسر نکالتے اور ہیجان غضب میں برائی کرتے ہیں۔ بعض لوگ اور دن کی دیکھا دیکھی برائی کرتے اور ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ مثلاً دوست واحباب ساتھی اور اہل مجلس کسی کی برائی کرتے ہیں تو اُن کی سی یہ بھی کہنے لگتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اگر ان کی ایسی نہ کروںگا تو یہ ناراض ہو جائیں گے۔ یا مجھ کو برا سمجھینگے اور کنارہ کشی کریں گے۔ یا پھر میری لیڈری اور ساکھ جو ان چند عوام پر قائم ہے ختم ہو کمزور ہو جائیگی۔ لہٰذا ان کی سی کہنے لگتے ہیں اور اس کو خوش اخلاقی اور ملنساری باور کرانا چاہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو پیش بندی منظور ہوتی ہے۔ یعنی کسی آدمی کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ شخص میرے مخالف کا ساتھ دیگا۔ یا کسی بڑے آدمی کے یہاں میری شکایت کرلیگا، یا میرے خلاف گواہی دیگا، تو پہلے ہی سے اس کی برائی کرتا ہے۔ تاکہ اگر پھر وہ اس کی نسبت کچھ کہے تو شنوائی نہو۔ اس میں ایسی چالاکی کرتا ہے کہ پہلے اس کے سچے حالات بیان کرتا ہے پھر اس میں جھوٹ بات بھی ملا کر کہہ دیتا ہے تاکہ سننے والا اس منافق اور جعل ساز کو مخلص سمجھ کر پہلے حالات کیطرح ان جھوٹی باتوں کو صحیح سمجھ لے۔ بعض لوگ چالاکی سے اپنے کسی عیب کا ذکر کرتے ہیں پھر اپنے عیب کا عذر بیان کرتے ہیں کہ فلاں اتنے بڑے یا اتنے شریف یا اتنے دیندار آدمی جب فلاں فلاں فعل کر رہے ہیں تو ما وشما کس قطار و شمار میں

ہیں۔ چاہئے تھا کہ اپنے عیب کا جو چاہے عذر بیان کرتا۔ دوسرے کے نام لینے اور اس کے عیب بیان کرنیکی کیا ضرورت تھی۔ بعض آزاد اور اوباش لوگ جب کسی کی برائی کا چرچا کرنا چاہتے ہیں تو یوں کہتے ہیں۔ ہم تو ڈاڑھ منڈے اور آزاد ہیں ہی فلانا آدمی جو بڑی سی ڈاڑھی اور لمبا کرتا پہنتا ہے وہ ایسا ایسا کرتا ہے اس کو کوئی نہیں کہتا۔ بعض لوگ دل لگی کیلئے وقت ٹالنے اور ہنسنے ہنسانے کے لئے نام لیکر برائی کرتے ہیں۔ بعض لوگ کسی کی جھوٹے سچے عیب کو طشت ازبام کرنے کے لئے یاوہ گو، بازاری اور آزاد وبیباک وبے حیا لوگوں میں سے کسی کو منتخب کر کے سرگوشی کے انداز میں اس سے کسی پر تہمت اور جھوٹے الزام رازدارانہ طور پر کہہ دیتے ہیں اور اس طرح اپنا دامن بچا کر اس بازاری کے ذریعہ عوام و خواص میں چرچا پھیلا دیتے ہیں یہ سب نفس کی شرارت ہوتی ہے اور بعض صورتیں برائی کا چرچا کرنیکی ایسی باریک اور منافقانہ اور چالاکی کی ہوتی ہے کہ ان کا سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً کسی دیندار آدمی کے متعلق کوئی عیب سُنا یا دیکھا تو تعجب ظاہر کر کے کہتا ہے "فلاں کے متعلق جو یہ الزام مشہور ہو رہا ہے وہ بہت تعجب اور حیرت کی بات ہے" بھئی بڑا تعجب ہے ایسا پڑھا لکھا، یا عقلمند ہو کر ایسا نامعقول کام کرے۔ کبھی رحمدلی اور ہمدردی ظاہر کرنے کے انداز میں کہتا ہے کہ فلاں آدمی ابتلاء اور آزمائش میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اسکے متعلق ایسا ایسا سننے میں آ رہا ہے۔ لوگ اس سے خفا ہیں۔ گالیاں دیتے اور

بدنام کرتے ہیں۔ مارنے پیٹنے کی دھمکی دیرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔

کبھی بڑے مقدس اور مصلح اعظم اور مربی کامل بن کر اللہ کے واسطے غصہ ظاہر کرنیکے بہانے کہتے ہیں کہ فلاں کے متعلق ایسی ایسی باتیں سننے میں آرہی ہیں ان کی اصلاح ہونی چاہئے ورنہ خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے وغیرہ وغیرہ، غرض کسی نہ کسی بہانہ برائی اور بیحیائی کی باتوں کو پھیلانا اور پھیلائے رکھنا چاہتا ہے۔ نہ تعجب مقصود ہوتا ہے نہ افسوس نہ اصلاح مقصود ہوتی ہے نہ ہمدردی، نفسانی خواہش پوری کرنی منظور ہوتی ہے۔ کہ کسی طرح فلاں کی برائی ظاہر ہوجائے۔ اور اس طرح مسلمان بھائی کی آبروریزی اور پردہ دری ہوجائے "افسوس، صد افسوس"

اور زیادہ تر عورتیں اس میں مبتلا ہیں، بعض عورتیں اسی کو اپنا وظیفہ اور مشغلہ بنالیتی ہیں کہ فلاں نے یوں کہا، فلاں نے یوں کہا، فلاں کی جورو نے ایسا کیا، فلاں کی لڑکی ایسی، یہ ایسی، وہ ایسی، نہ ان کو چین آتاہے، نہ نچلا یہ بیٹھ سکتی ہیں۔ ہر وقت ٹوہ میں رہنا، چغل خوری، غیبت کرنا، عیبوں کا چرچا کرتے رہنا اور باہم ایک دوسرے کو ٹکرائے رکھنا ہی بس ان کا شیوہ ہے، اس قسم کے اوچھے چھچھورے، رذیل اور پست، ومبتذل ذہنیت رکھنے والے مرد عورتیں خاندان کے لئے ننگ، قوم کے لئے عار، تہذیب کے

لئے ناسور، اور معاشرہ کیلئے تخریب کا باعث ہیں۔ بدگمانی کرنا، عیوب و برائیوں اور اس قسم کے خبروں کی ٹوہ میں رہنا۔ عیوب کا تتبع اور تفتیش کرنا۔ ان کا ذکر و چرچا کرنا، اس کی چغلی کھانا اور پھیلانا، سننا اور پسند کرنا یہ سب وہ امور ہیں جن کا معاشرہ کی انفرادی واجتماعی زندگی سے براہِ راست تعلق ہے۔ ان کی وجہ سے معاشرہ میں گندگی، خرابی، اور ابتری پھیلتی ہے زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ تہذیب اسلامی وانسانی مفقود ہو جاتی ہے۔

فسادِ ذات البین کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں اعاذنا اللہ منہا اعاذنا اللہ منہا

اصلاحِ انقلاب میں حضرت مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ

یہ کوتاہی اور ناپاک مرض بہت ہی عام ہے۔ حتیٰ کہ علماء و مشائخ وثقات بھی باستثناء من شاء اللہ اس سے محفوظ نہیں، جس کی نسبت کچھ بھی جو سنا یا اکثر اوقات سنے ہوئے بھی نہیں ہوتے، محض قرائن ہی پر پھر قرائن بھی کیسے جو ضعیف الدلالۃ بھی نہیں محض غیر دال، اعتماد کر کے زبان سے ہانک دیا۔ خود ہی تفسیر و حدیث میں اس کے متعلق احکام پڑھاویں، وعظ میں دوسروں کو سناویں، مگر جب عمل کا موقع ہو، ایسے بھول جائیں، گویا اس کے متعلق کبھی حکم شرعی ان کے کان میں پڑا ہی نہیں۔ بس بلفظ دیگر گویا قرآن و حدیث صرف درس و وعظ کیلئے ہے عمل کے لئے ہے ہی نہیں۔ یا عمل کے لئے بھی ہے تو صرف عوام کے لئے، اور خواص اس سے بری ہیں، یہ تو بعینہٖ علماء یہود کا طرز ہے۔ اللھم احفظنا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا کما امرکم۔ المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ التقویٰ ھٰھنا، التقویٰ ھٰھنا۔ واشار الی صدرہ بحسب امریٔ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ

بدگمانی کرنے سے اپنے کو بچاؤ، یعنی بدگمانی سے... اجتناب کیا کرو، اس لئے کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹ ہے۔ اور دوسرے کے احوال کے ٹوہ میں مت رہا کرو، نہ کسی کی جاسوسی کیا کرو۔ نہ کسی کے سودے کے معاملے کو بگاڑو، نہ آپس میں حسد کرو۔ نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو، نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو، اور سارے مسلمان خدا کے بندے اور ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر ظلم نہ کرے۔ نہ اسکو چھوڑے، نہ حقیر سمجھے، اور اپنے سینے کیطرف آپ نے اشارہ کر کے فرمایا، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔ آدمی کے شر یعنی شرارت کے لئے یہ کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تحقیر کرے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون حرام، اس کا مال حرام اور اس کی آبرو حرام ہے

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ ظن (بدگمانی) سے مراد تہمت ہے۔ ایسی تہمت جس کا کوئی سبب نہ ہو۔ مثلاً کسی پر بغیر کسی کے ظہور کے فاحشہ کی تہمت لگانا

پھر اس پر عطف کر کے 'ولا تجسسوا' فرمایا، جس کے معنی ہیں 'تجسس مت کرو عوراتِ ناس یعنی لوگوں کے عیوب کی تفتیش مت کرو۔ ان کی برائیوں کی تلاش کے پیچھے مت پڑو'، اور ان کے عیوب اور خطاؤں کی تحقیق مت کرو پھر ولا تحسسوا فرمایا، جس کے معنی ہیں 'بات سننے کیلئے کان مت لگاؤ، اور گھر کے اندر رہنے والوں کے الفاظ چپکے چپکے مت سنو! اس ترتیب سے بیان کرنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی موافقت فرمائی ہے

یایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه	اے ایمان والو! بچو تم بہت تہمت لگانے بدگمانی کرنے سے، اس لئے کہ بعض ظن گناہ ہیں۔ اور کسی کے عیب کا سراغ مت لگایا کرو۔ اور کوئی کسی کی غیبت نہ کیا کرے (کیونکہ غیبت کرنا اپنے مُردہ بھائی کے گوشت کو نوچ نوچ کر کھانا ہے) کیا کوئی تم میں

اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اسکو تم ضرور ناگوار سمجھتے ہو۔
آیت پاک مسلمانوں کی آبرو کی انتہائی صیانت اور حفاظت پر دلالت کرتی ہے بایں طور کہ کسی کے دل میں کسی کے بارے میں تہمت کا وسوسہ اور گمان واقع ہوا اور وہ اس کی تحقیق و تفتیش کا ارادہ کرنے لگے تو پہلے تو گمان ہی کرنے کو منع فرمایا پھر اگر کہا کہ ثبوت کیلئے تفتیش کر رہا ہوں تو فرمایا 'لا تجسسوا'، مت تجسس کرو، اور ثبوت کے پیچھے مت پڑو۔ تو کہا کہ میں بغیر تحقیق و تفتیش کے ابھی ثبوت پیش کروں گا

توفرمایا، یہ بھی مت کرو، لایغتب بعضکم بعضا، یعنی عیب بیان مت کرو
سبحان اللہ آبروریزی کی کوئی گنجائش ہی نہ چھوڑی۔ کوئی راستہ ہی نہ
دیا

مسئلہ! ایسے شخص سے بدگمانی کرنا جس میں علانیہ علامات فسق پائے جاتے ہیں۔ جیسے شراب خانوں میں اور فاحشہ عورتوں کے دکانوں مکانوں میں کسی کی آمد ورفت ہو، اس پر فسق کا گمان ہو جائے تو جائز ہے، مگر یقین نہ کرے

مسئلہ! جو سوء ظن غیر اختیاری ہو، مگر اس کے مقتضیٰ پر عمل نہ ہو، اس میں بھی بلکہ بشرحتی الامکان اس کو دفع کرے

مسئلہ! جس میں علاماتِ فسق قوی نہ ہوں، بلکہ ظاہراً اصلاح کے آثار نمودار ہوں اس کے ساتھ سوء ظن کرنا حرام ہے

مسئلہ! اگر برائی کرنیکی کوئی ضرورت یا مصلحت ہو، جو شرعاً معتبر ہو، تو وہ غیبت حرام میں داخل نہیں ہے، جیسے ظالم کی شکایت ایسے شخص کے سامنے جو ظلم کو دفع کرسکے یا مستفتی صورت واقعہ بیان کرنیکی غرض سے کسی کا ذکر کرے، یا مسلمانوں کی کسی شر دنیوی یا دینی سے بچانے کیلئے کسی کا حال بتلادے، یا کسی معاملہ کے متعلق مشورہ دینے کے وقت اس کا حال ظاہر کردے، یا جو شخص اپنے فسق کو خود آشکارا کرتا ہو ومثل ذلک

مسئلہ! بالاضطرار غیبت سننا مثل غیبت کرنے کے ہے (بیان القرآن)

غیبت اور بہتان کے معنیٰ!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ سے پوچھا

اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم	کیا تم لوگ جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ذکرک اخاک بما یکرہ	غیبت یہ ہے کہ اگر تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو۔ تو صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ!
ان کان فی اخی ما نقول	جس برائی کا ذکر کیا جا رہا ہے اگر وہ برائی میرے بھائی کے اندر ہو تب۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ ما تقول فقد بھتہ	جس برائی کا ذکر تم کر رہے ہو اگر وہ برائی... اس کے اندر ہے تو تم غیبت کر رہے ہو، اور اگر وہ برائی اس کے اندر نہیں ہے تو تم اس کو بہتان لگا رہے ہو

یعنی یہی تو غیبت ہے کہ تم کسی کا عیب اس کے پیٹھ پیچھے بالکل سچ سچ بیان کرو، اور اگر تم اس کے عیب کے بیان کرنے میں سچے نہیں ہو تم نے جس عیب

کی نسبت اس کی طرف کی ہے وہ عیب اس میں موجود نہیں ہے تو یہ افتراء اور بہتان ہے۔ جو بذات خود ایک بڑا گناہ ہے (یہ روایت مسلم شریف میں ہے)

غیبت کا گناہ

حضرت ابوسعید اور جابر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

الغیبۃ اشد من الزنا | غیبت یعنی پیٹھ پیچھے کسی کی برائی اور عیب بیان کرنا زنا سے زیادہ سخت برائی ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! غیبت زنا سے زیادہ بری کس طرح ہے: تو حضور نے فرمایا کہ

ان الرجل یزنی فیتوب فیتوب اللہ علیہ وفی روایۃ فیتوب فیغفر اللہ لہ وان صاحب الغیبۃ لا یغفر لہ حتی لا یغفرھا لہ صاحبہ وفی روایۃ انس قال صاحب الزنا یتوب وصاحب الغیبۃ لیس لہ توبۃ (بیہقی)

آدمی جب زنا کرتا ہے تو توبہ کرتا ہے۔ اور اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کو بخش دیتا ہے۔ لیکن غیبت کرنے والیکو اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا، جبتک کہ جس کی غیبت کیگئی ہے وہ معاف نہ کر دے۔ اور حضرت انس کی روایت میں ہے کہ زنا کرنیوالا توبہ کرتا ہے اور غیبت کرنیوالیکے لئے توبہ نہیں۔

جو شخص زنا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ شرمندہ اور نادم ہوتا ہے۔ اس پر خدا کا خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اور اس تصور سے لرزنے لگتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مواخذہ کر لیا تو نجات کا راستہ نہیں ملیگا۔ لہٰذا وہ اپنے فعل پر نادم اور شرمسار ہو کر توبہ کرتا ہے۔

رہی غیبت تو حالانکہ غیبت حق تعالیٰ کے نزدیک بڑے گناہ کی چیز ہے۔ مگر غیبت کرنیوالا اس کو ہلکی سمجھتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جب برائی عام ہو جاتی ہے تو دل سے اس کی قباحت اور اہمیت نکل جاتی ہے۔ لہٰذا اس کی برائی جیسی کہ ہے محسوس نہیں ہوتی۔ اسلئے توبہ نہیں کرتا۔

اور اگر کہیں غیبت کرنیوالا غیبت کو سرے سے برا فعل ہی نہ سمجھے بلکہ اسکو جائز اور حلال جانے، تب تو کفر کے بھنور میں پھنس جائیگا۔ اور یہ بات بھی ہے کہ اس کی توبہ بذات خود کارگر نہیں ہو سکتی جب تک کہ جسکی غیبت کی ہے وہ معاف نہ کر دے۔ کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ برائی اور آبرو ریزی کر کے اس کی حق تلفی کی ہے تو جب تک وہ معاف نہ کریگا کیسے معاف ہو سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور نہایت بلند آواز سے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

یا معشر من اسلم بلسانہ ولم یفض	اے وہ لوگو جو زبان سے تو اسلام لائے ہو

الایمان الی قلبه لا تؤذوا المسلمین ولا تعیروهم ولا تتبعوا عوراتهم فانه من یتبع عورة اخیه المسلم یتبع الله عورته ومن یتبع الله عورته یفضحه ولو فی جوف رحله (ترمذی)

لیکن ان کے دل تک ایمان نہیں پہونچا ہے مسلمانوں کو ایذا مت دو۔ ان کو عار نہ دلاؤ۔ اور نہ ان کے عیب ڈھونڈو۔ اس لئے کہ جو اپنے بھائی مسلمان کے عیب کو تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب کے پیچھے پڑتا ہے اور اللہ جس کے عیب کے پیچھے پڑیگا تو اس کو رسوا کر دیگا، اگرچہ وہ لوگوں کی نگاہوں سے بچکر اپنے گھر میں کیوں نہ چھپا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لما عرج بی ربی مررت بقوم لهم اظفار من نحاس یخمشون وجوههم وصدورهم فقلت من هؤلاء یا جبرائیل قال هؤلاء الذین یاکلون لحوم الناس ویقعون فی اعراضهم (رواہ ابو داؤد)

جب میرا رب مجھے معراج کی رات اوپر لیگیا تو عالم بالا میں میرا گذر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو کھرونچ رہے تھے ان کی اس حالت کو دیکھکر میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں۔ انھوں نے جواب دیا، یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے۔ (یعنی لوگوں کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی عزت وآبرو کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے اپنے بھائیوں کی آبروریزی کرکے اور اس آبرو ریزی پر خوش ہو کر ان بھائیوں کے سینے یعنی دلوں کو مجروح اور زخمی اور شرمندہ کرکے ان چہروں کو مجروح اور زخمی کیا ہے تو ان کی سزا یہی ہے کہ یہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو زخمی کریں

کسی مسلمان کا بتقاضائے بشریت کسی گناہ میں مبتلا ہو جانا اور پھر نادم و شرمندہ ہو کر اس گناہ سے توبہ کر لینا کوئی بعید بات نہیں۔ یہ اس کی سلامتیِ طبع اور ایمان کی علامت ہے، ایسی صورت میں کسی مسلمان کو حق نہیں کہ اس کے اُس گذشتہ گناہ پر شرم و غیرت دلائے۔ اور طعن کرے۔ ہاں اگر کوئی گناہ میں علانیہ مبتلا ہے اور اس پر مُصِر ہے تو البتہ اس کو شرم و غیرت دلائی جاسکتی ہے۔ لیکن ملامت و سرزنش مناسب طور پر بغرض اصلاح بطور تنبیہ و نصیحت کیجاسکتی ہے، بطریق تکبر اور بقصد تحقیر و تذلیل و آبروریزی جائز نہیں۔

عار دلانا، چغلی کھانا، جھوٹ بولنا

حضرت خالد بن معدن بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ

من عیّر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ .یعنی من ذنب قد تاب منہ (رواہ الترمذی)

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلاتا ہے۔ یعنی اگر کسی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور کوئی شخص اسکو عار دلاتا اور سرزنش کرتا ہے تو وہ عار دلانیوالا مرنے سے پہلے خود بھی اس گناہ میں (کسی نہ کسی طرح ضرور) مبتلا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مراد اس گناہ سے تھی جس سے اس نے توبہ کرلی ہو

کذب، نمیمہ (چغلخوری) غیبت، بد گمانی، تجسّس، اور تہمت تراشی وغیرہ گناہِ کبیرہ تو ہیں ہی لیکن ان معاصی کی اہمیت اور شدّت اس لئے زیادہ ہو جاتی ہے کہ یہ معاصی مسلمانوں کے ایذا، اور معاشرے کے ضرر کا باعث ہیں چنانچہ امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔

القسم الاول :۔ من المعاصی وھواشدّھا مایتضرر بہ الناس کالظلم والغضب وشھادۃ الزور والغیبۃ والنمیمۃ فھؤلاء الاعراض عنھم وترک مخالطتھم

پہلی قسم معصیت کی جو سب معصیتوں سے زیادہ شدید ہے، وہ ہے کہ جس معصیت سے لوگوں کو ضرر ہو، مثلاً ظلم، غصب، جھوٹی گواہی، غیبت، چغلی، تو جو لوگ ان معصیتوں

والانقباض عن معاملتهم لان المعصیة شدیدۃ فیما ترجع الی ایذاء الخلق ثم هؤلاء ینقسمون الی من یظلم فی الدماء والی من یظلم فی الاموال والی من یظلم فی الاعراض ولبعضهم اشد من بعض فالاستحباب فی اهانتهم والاعراض عنهم موکد جدا ومهما کان یتوقع من الاهانة زجرا لهم ولغیرهم کان الامر اکد واشد ص۱۳۵ ج۲

کے مرتکب ہوں، بہتر ہے کہ ان سے اعراض کیا جائے۔ ان سے میل جول ترک کیا جائے۔ اور ان کے معاملے سے "انقباض" ناگواری "اور کشیدگی ظاہر کیجائے اس لئے کہ جس معصیت سے خلق کو ایذا ہو وہ سخت اور شدید ہوتی ہے۔ پھر ان معصیتوں میں بھی تفاوت ہے۔ ایک شخص ظلم کرتا ہے خون میں، ایک ظلم کرتا ہے مال میں، ایک ظلم کرتا ہے آبرو میں۔ لہٰذا بعض معصیت دوسری معصیت سے زیادہ شدید اور سخت ہے۔ لہٰذا ان کی اہانت کرنا اور ان سے اعراض کرنا نہایت موکد ہے۔ اور اس صورت میں یعنی اعراض اور انقطاع اور اہانت سے اگر توقع ہو کہ یہ مرتکبین باز رہیں گے یا دوسرے لوگ باز رہیں گے تو حکم اور زیادہ موکد اور سخت ہوگا۔

اور ص۱۴۲ پر فرماتے ہیں۔

ومنشأ التقصیر فی ستر العورۃ والسعی فی کشفها الداء الدفین فی الباطن وهو الحقد والحسد فان الحقود یملا باطنه

اپنے بھائی کے عیب چھپانے میں کوتاہی کرنے یا عیب کو کھولنے اور پھیلانے کی کوشش کرنے کی علت اور وجہ اور منشأ ایک روگ اور

بالخبث ولكن يحبسه في باطنه ويخفيه ولا يبديه مهما لم يجد له مجالا واذا وجد فرصة انحلت الرابطة وارتفع الحياء بيترشح الباطن بخبثه الدفين ومهما انطوى الباطن على الحقد وحسد فالانقطاع اولى

اور بیماری ہے جو باطن میں دفن رہتی ہے اور وہ ہے حقد اور حسد کہ یہ دونوں... بیماریاں جس کے اندر ہوتی ہیں اس کے باطن کو خباثت سے پر کر دیتی ہیں۔ مگر جب تک موقعہ نہیں ملتا۔ اس وقت تک باطن میں دبی رہتی ہے۔ اور جونہی موقعہ ملتا ہے رسی ٹوٹ جاتی ہے۔ بندھن کھل جاتا ہے۔ پردۂ حیا چاک ہو جاتا ہے۔ اور باطنی واندرونی خباثت ظاہر ہونے اور ٹپکنے لگتی ہے تو جس کا باطن حقد و حسد میں لپٹا ہوا ہو، اس سے الگ اور منقطع ہو جانا ہی بہتر ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ بات فرمائی ہے۔ فی الواقع ان بد باطنوں سے اگر انقطاع اور اعراض کیا جائے۔ اور نفرت اور کشیدگی کا اظہار کیا جائے۔ اور ان کی بات نہ سُنی جائے اور اگر اتفاقاً سننے میں آجائے تو اس پر ملامت کیجائے۔ تو پھر اس کو شہہ نہ ملے اور اس کی ہمت پست ہو جائے اور مسلمان ضرر سے بچ جائیں۔

یاد رکھو! جو شخص کسی مسلمان کو خواہ ظاہری طور پر ضرر اور نقصان پہونچائے۔ خواہ وہ پوشیدہ طور پر، اس کو بارگاہِ رب العزت کے قُرب اور رحمت الٰہی سے دُور اور لعنت کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ملعون من ضار مومنا او مکر بہ | وہ شخص ملعون ہے جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر و فریب کرے

یوں تو جھوٹ بولنا ہر حال میں بُرا ہے گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن اس صورت میں تو بہت بُرا ہے اور بہت ہی نقصان دِہ ہے کہ تم اپنے کسی مسلمان بھائی کے اعتماد کو ٹھیس پہونچاؤ۔ اور اس کے اعتماد سے ناجائز فائدہ حاصل کرو۔ وہ تو تمہیں سچا سمجھے اور تم اس سے جھوٹ بولو۔ مثلاً تمہارے چہرے پہ داڑھی ہے۔ صورت اور لباس تمہارا شرعی ہے۔ تم بظاہر عالم، دیندار، متقی اور پرہیزگار ہو۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تم جو بات کہو گے سچ ہی کہو گے لیکن تم جھوٹ بولو۔ اور جھوٹ بھی کسی پر خیانت، غبن، اور بد دیانتی یا کسی فاحشہ یا بیحیائی کا الزام لگاؤ۔ تو غور کرو کہ کتنا بڑا فریب اور کسقدر مضر جھوٹ ہے۔

چنانچہ حضرت سفیان بن اسد حضرمی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا کہ

کبرت جنایۃ بان تحدث اخاک حدیثا ھولک بہ مصدق وانت بہ کاذب۔ | یہ بہت بڑی جنایت اور جرم ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے کوئی بات بیان کرو اور وہ تم کو اس بات میں سچا جانے حالانکہ تم نے اس سے جھوٹ بولا ہے۔ (رواہ ابوداؤد)

اور جھوٹ کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک قابل غور و عمل ہے۔ فرمایا

کفی بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع | آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ جو سنے بلا تحقیق دوسروں سے کہدے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا مومن زنا کر سکتا ہے فرمایا کہ ہاں کر سکتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ کیا وہ جھوٹ بول سکتا ہے فرمایا کہ نہیں، مومن جھوٹ نہیں بول سکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے ساتھ جھوٹ جمع نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ جھوٹ زنا سے بھی بدتر ہے۔ لیکن آج حال یہ ہے کہ مسلمان جھوٹ کو اتنا برا نہیں سمجھتا جتنا زنا کو۔

اسیطرح جو لوگ چغلخوری کر کے شریف مسلمانوں کو ایذاء و ضرر اور معاشرے کو... نقصان پہونچاتے ہیں۔ اور دوستوں اور بھائیوں کے درمیان تفریق و انتشار پھیلاتے رہتے ہیں کتنا بڑا جرم کرتے ہیں۔ ارشاد رسول میں ایسے لوگوں کو شرار عباد اللہ یعنی بدترین انسان کہا گیا ہے اور ان کا حشر کتوں کے ساتھ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماء بنت یزید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ

خیار عباد اللہ الذین اذا رأوا ذکر اللہ | بے شک اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ

وشرار عباد اللّٰہ المشاءون بالنمیمۃ المفرقون بین الاحبۃ الباغون البراء العنت (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو لوگوں میں چغلی کھاتے پھرتے ہیں (جبکہ ان کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا) کہ وہ دوستوں کے درمیان نفاق و جدائی ڈال دیں۔ اور پاکیزہ اور بَری لوگوں کے دامن پر فساد و خرابی اور زناکاری کے چھینٹے ڈالیں۔ (یعنی خدا کے جو نیک بندے فتنہ و فساد، گناہ و معصیت، اور کسی عیب سے پاک اور منزّہ ہوتے ہیں ان پر جو لوگ بد دیانتی اور گندی باتوں کی تہمت اور بہتان لگاتے ہیں۔ اور اس طرح ان کو عنت اور ہلاکت و مشقت میں ڈال دیتے ہیں (وہ بدترین بندے ہیں)

اور العلاء بن الحارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الھمازون اللمازون المشاءون بالنمیمۃ الباغون للبراء العیب یحشرھم اللّٰہ فی وجوہ الکلاب (الترغیب والترہیب)

پیٹھ پیچھے اور منھ پر طعن کرنیوالے اور عیب لگانیوالے اور چغلی کھاتے پھرنیوالے جو چاہتے ہیں کہ پاکیزہ اور بَری لوگوں کو عیب لگائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو کتّوں کے چہرے میں محشور فرمائیں گے

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ

من ذکر امرأً بشیٔ لیس منہ لیعیبہ بہ حبسہ اللّٰہ فی نار جھنم حتی یاتی بنفاد ما قال فیہ (الترغیب)

جس نے کسی شخص کو بدنام کرنے کے لئے اس کے کسی عیب کا ذکر کیا کہ وہ عیب اس کے اندر نہ تھا، تو اللہ تعالیٰ اس کو نارِ جہنم میں محبوس

کر دیگا، یہاں تک کہ جو کچھ اس نے کہا ہے وہ ختم ہو جائے (یعنی اس قدر سزا مل جائے)

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ

من حمی مومنا من منافق اراہ قال بعث اللہ ملکا یحمی لحمہ یوم القیامۃ من نار جہنم ومن رمی مسلما یرید بہا شینہ حبسہ اللہ علی جسر جہنم حتی یخرج مما قال	جو شخص کسی مسلمان کی عزت وآبرو کو منافق کے شر سے بچائیگا۔ اللہ تعالیٰ اسکے لئے ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے بچائیگا، اور جو شخص کسی

مسلمان پر ایسی تہمت لگائیگا جسکا مقصد اسکو عیب دار ثابت کرنا اور بدنام کرنا ہو اور اسکی حیثیت عرفی کو نقصان پہونچانا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ کے پُل پر قید کر دیگا یہانتک کہ وہ اس تہمت لگانیکے وبال سے نکل جائے (یعنی متّہم معاف کر دے یا بذریعہ شفاعت یا سزا بمقدارِ جُرم بھگت لے)

ان مواعید سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان کی عزت وآبرو کی قدر وقیمت کیا ہے۔ اور حرمت مسلم کی عظمت کس قدر ہے۔ تہمت اور الزام تراشی کسی بھی قسم کی ہو، کسی عیب کے ساتھ ہو، اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن خاص طور سے زِنا کی تہمت سے شریف اور پاکباز مسلمان کی آبرو ریزی کہیں زیادہ اور غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔

اور چونکہ فعل زنا بدترین فعل ہے اس کی سزا بھی سخت ہے۔ اور اس کی بدنامی

بھی بڑی اور گھناؤنی بدنامی ہے۔ اس لئے اس کی تہمت بھی بدترین فعل ہے۔ لہٰذا اس کی سزا بھی سخت ہے۔ کوئی جرم ہو وہ دو معتبر گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے۔ حتی کہ معاملہ قتل بھی۔ چنانچہ دو گواہوں کی شہادت سے قصاص میں قاتل کو سزائے موت دیجا سکتی ہے

لیکن زنا کا جرم دو گواہوں سے ثابت نہ ہو گا تین گواہوں سے بھی نہیں بلکہ چار گواہوں، وہ بھی معتبر اور گواہوں کی گواہی ضروری ہو گی۔ اگر چار گواہ نہ پیش کئے یا بقاعدۂ شرعی گواہی پوری نہ اتری تو قاذف یعنی تہمت لگانیوالوں کو اسّی کوڑوں کی سزا دیجائیگی۔ اور یہ تہمت لگانیوالا زندگی بھر کیلئے مردود الشہادۃ قرار دیا جائیگا۔ اور حنفیہ کے نزدیک بعد توبہ کے بھی اس کی شہادت معاملات میں قبول نہیں کیجا سکتی، اور یہ تہمت لگانیوالا فاسق ہو گا۔ جیسا کہ سورۂ نور میں حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ	جو لوگ عیب لگاتے ہیں حفاظت والیوں یعنی پاکدامن عورتوں کو پھر نہ لائے چار مرد شاہد، تو مار دان کو اسّی درّے اور نہ مانو ان کی گواہی کبھی، وہی لوگ ہیں فاسق۔

یعنی ایسی پاکدامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں جن کا بدکار ہونا کسی دلیل یا قرینہ شرعیہ سے ثابت نہو۔ اس کی سزا یہ ہے کہ اور یہی حکم پاکباز مردوں

پر تہمت لگانیکا ہے۔ چونکہ یہ آیت ایک عورت کے بارے میں نازل ہوئی تھی، اسلئے اُن ہی کا ذکر فرمایا

پس اگر واقع میں جان بوجھکر تہمت لگائی تھی تب تو ان کا فاسق ہونا اور نافرمان اور گنہ گار ہونا ظاہر ہی ہے اور اگر واقعی سچ بیان کیا تھا لیکن جانتے تھے کہ چار گواہوں سے ہم اپنا دعویٰ ثابت نہ کر سکیں گے تو ایسی بات کا اظہار کرنیسے بجز ایک مسلمان کی پردہ دری اور آبروریزی کے کیا مقصود ہوا، جو بجائے خود ایک مستقل گناہ ہے۔ اور علماء نے اس کو کبیرہ گناہوں میں شامل کیا ہے۔ نیز اللہ کے حکم اور اسکی شریعت کے موافق یہ لوگ ملعون اور جھوٹے قرار دیئے گئے۔ جو لوگ کسی پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ نہ پیش کر سکیں اور بدوں کافی ثبوت کے ایسی سنگین بات زبان سے بکتے پھریں۔ جیساکہ سورۂ نور ہی میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں

لَوْلَا جَاءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ	کیوں نہیں لائے اس بات پر چار گواہ پھر جب نہ لائے گواہ تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

اور فرمایا

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ	جو لوگ عیب لگاتے ہیں حفاظت والیوں اور بے خبر ایمان والیوں کو تو وہ لوگ

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ——— لعنت کئے گئے دنیا میں اور آخرت میں اور ان کیلئے عذاب عظیم ہے۔

صحیحین میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے آپ نے ارشاد فرمایا

اجتنبوا السبع الموبقات الشرك بالله وقتل النفس التي حرم الله الا بالحق واكل الربا واكل مال اليتيم والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات المومنات الغافلات

تم لوگ سات مہلکات (یعنی ہلاک و برباد کر دینے والی چیزوں) سے پرہیز کرو۔ شرک باللہ، ایسی جان کے قتل کرنیسے جسکو اللہ نے حرام کیا بغیر حق کے۔ سود کھانے، مال یتیم کھانے، میدان جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے، پاکدامن مومن و بے خبر عورتوں پر تہمت لگانیسے،

اور ایک روایت میں پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانیکو اکبر الکبائر لکھا ہے

طبرانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ

قذف المحصنة يهدم عمل مائة سنة — پاکدامن پر تہمت لگانا سو سال کے عمل کو برباد کر دیتا ہے۔

بعض صورتوں میں پردہ دری اور تتبع عورات جائز ہے

جن مسلمانوں کے عیوب کو چھپانے اور ان پر پردہ ڈالنے کا حکم ہے وہ وہ... مسلمان ہیں جنکو اہل عزت وحیا کہا جاتا ہے۔ جن کی ظاہری زندگی پاکیزہ اور

آبرومندانہ سمجھی جاتی ہے اور جن کے عیوب پوشیدہ رہتے ہیں۔ اگر بتقاضائے بشریت ان سے کوئی گناہ وعیب سرزد ہوجاتا ہے تو اس کو پردۂ حیا میں چھپاتے ہیں۔

رہے وہ مسلمان جو پردۂ حیا اٹھادیتے ہیں۔ جن کی بے حیائی، آزادی، بے باکی، ایذاءرسانی، اور فتنہ پردازی بالکل آشکارا ہوجاتی ہے۔ اور جو... علی الاعلان ظلم، بددیانتی اور معصیت کاارتکاب کرنے میں کوئی شرم اور جھجک محسوس نہیں کرتے ان کا معاملہ جداگانہ ہے۔ یا کسی طالب اصلاح نے اپنے کو کسی مصلح کے سپرد کردیا ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

"بضرورت تتبع عورات جائز ہے اسلئے مصلح کو واقعات سے فتن باطنی سے اطلاع دینا جائز ہے" (انفاس عیسیٰ)

تو اگر وہ بے باک و بے حیا لوگ باوجود تنبیہ ونصیحت وملامت اپنی ایذارسانی اور فتنہ پردازی سے باز نہ آئیں کہ جس سے اکثر حالات میں عزت وآبرو اور جان ومال کیلئے خطرہ ہوسکتا ہو، باہمی عداوت ورنجش اور تشتت وافتراق اور دیگر مفاسد کا باعث ہوسکتا ہو، لوگ مغالطے میں پڑ کر اس سے احتیاط نہ کرتے ہوں تو حاکم کو اور بستی کے ذمہ دار لوگوں کو اطلاع کرنا، ان کی برائیوں کو طشت ازبام کرنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے

من القی جلباب الحیاء عن وجهه فلا غیبة له | جس نے حیا کی چادر اپنے چہرہ سے اتار دی ہو

تو اس کی غیبت، غیبت نہیں ہے (عین العلم)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اذکر والفاجر بما فیہ لیحذرہ الناس" بیان کر دیا کرو فاجر کا وہ عیب جو اس میں ہو تاکہ لوگ اس سے بچیں،

یہی وجہ ہے کہ راویانِ حدیث اور علماء اور واعظین اور مبلغین اگر کذب و خداع اور اغواء و اضلال سے کام لیتے ہوں تو دین اور علم وغیرہ کی نگہبانی کے لئے اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کیلیے ان کے عیوب بیان کرنا جائز بلکہ واجب ہے۔ باقی وہ مسلمان جن کا ذکر اوپر کیا گیا۔ وہ خواہ کتنا ہی غریب و محتاج، کتنا ہی ضیف و ناتوان کتنا ہی نامراد و خستہ حال ہو۔ اسکا مذاق نہ اڑایا جائے۔ اسکی عزتِ ایمانی کو کسی طرح مجروح نہ کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

المسلم اخ المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ ومن ستر مسلماً ستر اللہ یوم القیامۃ	ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ لہٰذا کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے۔ نہ کوئی مسلمان کسی ہلاکت میں مبتلا مسلمان کو دشمن کے ہاتھوں میں چھوڑے بلکہ اس دشمن کے مقابلے میں اس کی مدد و اعانت کرے

اور یاد رکھو جو شخص کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کی سعی و کوشش کرتا ہے

تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان بھائی کے کسی غم کو دور کرتا ہے (خواہ زیادہ غم ہو یا کم) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے غموں میں سے ایک بڑے غم سے نجات دیگا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو ڈھانکے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب کو ڈھانکے گا

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جو کوئی اپنے بھائی کے عیب کو چھپائے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے عیب کو چھپائیگا۔	من ستر عورۃ اخیہ ستر اللہ فی الدنیا و الاٰخرۃ ، (ابن ماجہ)

یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جس نے اپنے بھائی کے عیب کو چھپایا اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اس کا عیب چھپائیگا۔ اور جس نے اپنے بھائی مسلمان کے عیب کو کھولا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا عیب کھولیگا۔ یہاں تک کہ اس کو اس کے گھر میں رسوا کردیگا۔	من ستر عورۃ اخیہ ستر اللہ عورتہ یوم القیامۃ ومن کشف عورۃ اخیہ المسلم کشف اللہ عورتہ حتی یفضحہ فی بیتہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ

لا یری مومن من اخیہ عورۃ فیستر ھا علیہ الا ادخلہ اللہ بھا الجنۃ (الترغیب)	جو ایمان والا اپنے بھائی کے عیب کو دیکھے اور اس پر پردہ ڈال دے، تو اللہ تعالیٰ اسکی

وجہ سے اسکو جنت میں داخل کریگا۔

اگر کوئی آدمی لڑکی کو زندہ دفن کرے تو کتنا بڑا ظلم ہے۔ اور پھر اگر کوئی اس کو زندہ دفن ہونیسے بچائے جبکہ وہ آخری سانس لے رہی ہو، تو غور کر و کہ یہ بچانیوالا کتنے ثواب کا مستحق ہوگا۔ جس شخص کی کوئی معیوب بات ظاہر ہو جاتی ہے تو گویا وہ مارے شرم کے مردہ کے مانند ہو جاتا ہے۔ اور تمنا کرتا ہے کہ کاش میں مرجاتا، اور میرا عیب ظاہر نہ ہوتا، اور مجھ کو اپنی یہ رسوائی دیکھنی نہ پڑتی، پھر اگر کوئی شخص اس کے عیب کو چھپاتا ہے تو سمجھو کہ کتنی بڑی خجالت اور شرمندگی کو دور کرتا ہے، تو گویا کسی کے عیب کو چھپانا ایسا ہے جیسا کہ کسی لڑکی کو زندہ درگور ہونیسے بچانا۔

اب سنو! صحابی رسول حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے ایک منشی تھے ان کا نام دخیر تھا، تو یہی دخیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عقبہ بن عامر سے کہا، کہ میرے کچھ پڑوسی ہیں جو شراب پیتے ہیں میں تو ان کے پولیس کے حوالے کرنے لگا تاکہ وہ ان لوگوں کو گرفتار کرلیں، تو حضرت عقبہ نے فرمایا، کہ

لا تفعل وعظھم وھددھم "ایسا مت کرو ان کو نصیحت کرو اور تنبیہ کرو"

تو میں نے ان کے حکم کے مطابق ان کو نصیحت و تنبیہ کی، مگر وہ باز نہ آئے تو پھر میں نے حضرت عقبہ سے کہا کہ میں تو ان کو پولیس کے حوالے کر دونگا، تاکہ وہ ان لوگوں کو گرفتار کریں۔ تو حضرت عقبہ نے فرمایا

ویحك لا تفعل فانی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ستر عورۃ فکانما استحیا موؤدۃ فی قبرھا"	خرابی ہو تیری ایسا مت کر اسلئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے

تو اس کا درجہ اس شخص کے برابر ہوگا، جسنے زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو بچا کر اسکی زندگی دلائی حضرت روح اللہ عیسیٰ علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام نے اپنے حواریوں سے پوچھا کہ

کیف تصنعون اذا رأیتم اخاکم نائما وقد کشف الریح ثوبه عنه	جب تم دیکھتے ہو کہ تمہارے سوتے ہوئے بھائی کے ستر سے ہوا نے کپڑا ہٹا دیا اور اس کا ستر

کھل گیا تو اس وقت تم کیا کرتے ہو، تو ان لوگوں نے جواب دیا،

نستره ونغطیه " یا حضرت ہم اس کا ستر ڈھانک دیتے ہیں اور کپڑا اوڑھا دیتے ہیں آپ نے فرمایا

بل تکشفون عورته " نہیں بلکہ تم اس کے ستر کو اور کھول دیتے ہو، تو ان حواریوں نے عرض کیا

سبحان اللّٰہ من یفعل ھذا " سبحان اللہ" حضرت ایسا کون کرسکتا ہے، اس پر حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، احدکم یسمع بالکلمۃ فی اخیه فیزید علیها ویشیعها

باعظم منھا ‘‘ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے بارے میں کوئی عیب کی بات سنتا ہے تو (آدمی)
بجائے چھپانیکے اس میں اس بات سے بڑھکر کوئی بات ملاکر اس کو شائع کرتا اور پھیلاتا ہے
(یہ تو ستر کا اور کھولنا ہوا بند کرنا کہاں)

بھائیو! کون آدمی چاہتا ہے کہ میرا عیب دوسروں کے سامنے کھول کر، میری آبروریزی کیجائے، تو جب ہر شخص اپنے لئے یہی چاہتا ہے، تو انصاف اور بھائی چارگی کی بات یہی ہے کہ اپنے دوسرے بھائی کیلئے بھی وہی پسند کرے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
والذی نفسی بیدہ لایومن عبدحتی یحبّ لاخیه مایحب لنفسه (متفق علیہ) قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے‘‘

تو بہت تعجب کی بات ہے کہ خود اپنے لئے تو تمام عیبوں کیلئے دوسروں سے چشم پوشی کی توقع رکھے، اور دوسرے مسلمان بھائی کے عیبوں سے چشم پوشی نہ کرے۔ ایسے ہی بے انصافوں کیلئے اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا، کہ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝

یعنی ویل اور خرابی ہے ان گھٹانیوالوں کی کہ جب دوسروں سے ناپ لیں تو پورا پورا بھر لیں اور دوسروں کیلئے ناپیں یا تولیں تو گھٹا کر دیں،

ہر چند کہ تطفیف کے لغوی معنی پیمائش اور وزن میں خیانت کرنیکے ہیں۔ مگر شیخ ابو القاسم قشیری قدس سرہٗ العزیز اور دیگر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ وسیع المعنیٰ ہے۔ پیمائش اور تول کی خیانت کو بھی شامل ہے اور اس کے سوا ہر قسم کی خیانت اور خست کو بھی جیسے اپنے عیوب کو چھپانا اور دوسروں کے انہیں عیوب کو ظاہر کرنا، لوگوں سے انصاف طلب کرنا اور خود آپ انصاف کرنا، لوگوں کی عیب جوئی کرنا اپنے عیوب کی پرواہ نہ کرنا، لوگوں سے تعظیم طلب کرنا، اور خود کسی کی تعظیم و تکریم نہ کرنا، نوکروں، غلاموں، تابعداروں سے خدمت تو ٹھوک بجا کر لینا، اور تنخواہ اور اُجرت دینے میں کمی کرنا، اپنے لئے جو پسند کرنا، دوسروں کے لئے نہ کرنا، رزق و عزت و عافیت تو خداوند تعالیٰ سے بہت کچھ مانگنا، اور اس کی حکم برداری سے دل چرانا، لوگوں سے اللہ کیلئے سوال کرنا، اور خود اللہ کیلئے کچھ نہ دینا، اوروں کو نصیحت کرنا خود مبتلا ہونا، حال خراب رکھنا، قال ٹھیک رکھنا، بزرگوں کی صورت بنانا، باطن میں شیطانی کام کرنا، ریاکاری کرنا، وغیرہ یہ سب لوگ مطفف ہیں ان سب کیلئے ویل اور خرابی ہے"

غیبت اور عیب کوئی کیطرف کان نہ لگانا اور اس سے نفرت وبیزاری ظاہر کرنا

مذکورۃ الصدر نصوص قرآنیہ وحدیثیہ سے اچھی طرح واضح طور سے یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ کسی پر بے قصور تہمت والزام لگانا، بدظنی، اور بدگمانی کرنا، تجسس وتحسس یعنی عیوب کی تفتیش کرنا، اور ثبوت کے درپے رہنا، ٹوہ میں رہنا، اور گھر کے اندر کی اور پوشیدہ باتوں کیطرف کان لگانا، پھر اگر کوئی عیب معلوم ہو جائے تو اس کو پیٹھ پیچھے ذکر کرنا یعنی غیبت کرنا، اور مسلمان بھائی کے عیبوں پر پردہ نہ ڈالنا، اور چشم پوشی نہ کرنا، فاحشہ کی اشاعت اور بے حیائی کی باتوں کا چرچا کرنا، یہ سب مسلمانوں کی حرمت کو پھاڑنا اور اسکی آبروریزی اور پردہ دری کرنا ہے، جوکہ نہایت ہی کمینہ اور ذلیل حرکت اور نہایت ہی مکروہ معصیت ہے، فسادِ ذات البین کا موجب اور شقاق ونفاق، معاشرے کے تشتت وانتشار کا باعث ہے۔ شرانگیز مفسدانہ کارروائی، انتہائی خبث باطنی اور گندے جذبات دردنی ونفسانی کی بین دلیل ہے

غایت بے مروتی، بے حیائی، سنگدلی، بے حمیتی، اور بدطینتی کی علامت ہے۔ دنیا وآخرت میں رسوائی ودنیوی واخروی عذاب الیم وعظیم کا سبب ہے

ستّار العیوب غفار الذنوب جل وعلا شانہٗ اور اسکے معصوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہانتک تاکید کی ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کیجارہی ہو، اسکی حرمت پھاڑی جارہی ہو، اس کے عیوب بیان کر کر کے اسکی حیثیت وعزت کو نقصان پہونچایا جارہا ہو تو چاہئے کہ اسکی طرف کان نہ لگائے۔ نہ پسند کرے۔ بلکہ اس سے بیزاری اور نفرت ظاہر کرے،، اعراض وانقطاع کرے، اور اگر قادر ہو تو اپنے اس مسلمان بھائی کی مدد کرے بایں طور کہ غیبت کرنیوالیکو غیبت سے باز رکھے۔ اور اسکی غیبت کیوجہ سے اس مسلمان بھائیکی ذات وحیثیت کو جو ضرر پہونچا ہے اس کو دفع کرے۔ اس سے ایک مسلمان بھائی کی مدد ہوگی اور اپنے آپ کو مدد ونصرتِ خداوندی کا مستحق بنائیگا۔!

اور اگر کوئی شخص اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنیسے گریز کریگا، اور اپنے بھائی مسلمان کو بے یار ومددگار چھوڑدیگا، تو اس کو جان لینا چاہئے کہ قدرت کا ہاتھ ہوگا اور اس کا گریبان ہوگا۔ دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی کا سامنا اور مواخذہ خداوندی سے دوچار ہونا ہوگا

ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر گذر چکا ہے جسمیں کہا گیا ہے کہ

المسلم اخ المسلم لا یظلمه ولا یخذله ولا یسلمه،، | یعنی مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو اُس پر ظلم کرے نہ اس کو چھوڑے نہ اس کو دشمن

کے سپرد کرے :: اس پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ھذا من الاسلام والخذلان فان اھماله لتمزیق عرضه کاھماله لتمزیق لحمه فاحسس باخ یراك والکلاب تفترسك وتمزق لحومك وھو ساکت لاتحرکه الشفقة والحمیة للدفع عنك وتمزیق الاعراض اشد علی النفوس ومن تمزیق اللحوم ولذلك شبه الله تعالیٰ باکل لحم میتة فقال ایحب احد کم ان یاکل لحم اخیه میتا ہ	یہ "یسلمه ویخذله" اسلام اور خذلان سے ہے۔ اسلام کے معنی سپرد کرنا، اور خذلان کے معنی چھوڑنا، مطلب یہ کہ مسلمان بھائی کی برائی سننا گویا اس کو دشمن کے سپرد کر دینا، اور بے یار و مددگار چھوڑنا ہے اسلئے کہ اسکی عزت و آبرو کو ٹکڑے ٹکڑے کرنیکے لئے کسی کے حوالے کرنا ایسا ہے جیسا کہ گوشت کو پارہ پارہ کرنیکے لئے کسی کے حوالے کر دینا، اس کو ایسا سمجھو کہ تمہارا ایک بھائی ہے جو تمہارے سامنے کھڑا ہے اور

کتے تم کو پھاڑ رہے ہیں اور تمہارے گوشت کو نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ اور تمہارا بھائی کھڑا چپ چاپ تم کو دیکھ رہا ہے تمہاری بوٹیوں کو نچتا ہوا دیکھکر نہ تو اس کی شفقت حرکت میں آتی ہے نہ اسکی رگِ حمیت پھڑکتی ہے کہ اس کو تم سے دفع کرے۔ حالانکہ حرمت و آبرو کا ہتک کرنا اور پھاڑنا دلوں پر گوشت کے پارہ پارہ ہونیسے زیادہ سخت اور ناگوار ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالے نے غیبت کرنیکو اپنے مرے ہوئے بھائی کے گوشت کو نوچ نوچ کر کھانیسے تشبیہ دی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے

مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے "۔

الغرض غیبت کرنا دراصل اسکی آبرو ریزی کرنا ہے۔ اور آبرو چونکہ جان سے زیادہ عزیز ہوتی ہے لہٰذا جس نے غیبت کر کے آبرو ریزی کی اس نے گویا اس کو ہلاک کر دیا اور گوشت کھالیا۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من ذب عن لحم اخیہ بالمغیبۃ کان حقا علی اللہ ان یعتقہ من النار (البیہقی)

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے پیٹھ پیچھے اس کا گوشت کھانے سے باز رکھے (یعنی غیبت سے روکے) تو اس کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد کریگا

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من اغتیب عندہ اخوہ المسلم وھو یقدر علی نصرہ فنصرہ نصرہ اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ وان لم ینصرہ وھو یقدر علی نصرہ ادرکہ اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ (شرح السنۃ)

جس شخص کے پاس اسکے بھائی مسلمان کی غیبت کیگئی اور وہ اسکی مدد کرنے پر قادر تھا لہٰذا اس نے مدد کیا (یعنی غیبت سے روکا اور برائی کو دفع کیا) تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد کریگا۔ اور اگر وہ مدد کرنے پر قدرت کے باوجود اسکی مدد نہ کی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسکو پکڑ لیگا اور مواخذہ کریگا

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ

مامن مسلم یرد عن عرض اخیه الا کان حقا علی الله ان یرد عنه نار جهنم یوم القیامة ثم تلا هذه الاٰیة وکان حقا علینا نصر المومنین	جو مسلمان کسی کو اپنے بھائی مسلمان کی۔ آبرو ریزی کرنے یعنی غیبت اور برائی کرنے سے روکے گا اور اسکو دفع کریگا تو اللہ پر اس کا حق ہے کہ وہ اس سے قیامت کے

دن جہنم کی آگ کو روکے۔ پھر حضور نے اپنے قول حقا علی اللہ کی تائید میں) اس آیت کی تلاوت فرمائی وکان حقا الاٰیۃ یعنی مومنین کی مدد کرنا ہم پر واجب ہے

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مامن امرء مسلم یخذل مسلما فی موضع ینتهك فیه حرمته و ینتقص فیه من عرضه الا خذله الله فی موطن یحب فیه نصرته وما من امرء مسلم ینصر فی موضع ینتقض فیه من عرضه وینتهك فیه من حرمته الا نصره الله فی موطن یحب فیه نصرته	جو مسلمان مسلمان کو چھوڑ دے یعنی۔ مدد نہ کرے ایسی جگہ جہاں اسکی بے حرمتی کیجاتی ہو اور اسکی عزت و آبرو کو نقصان پہونچایا جاتا ہو تو اللہ تعالےٰ اسکو بھی چھوڑ دیگا یعنی مدد نہ کریگا جہاں وہ خدا کی مدد کو پسند کرتا ہے اور جو مسلمان کسی مسلمان کی ایسی

جگہ مدد کرے جہاں اسکی بے حرمتی کیجا رہی ہو اور اسکی عزت و آبرو کو

نقصان پہونچایا جارہا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اسکی مدد ایسی جگہ کریگا جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کو پسند کرتا ہے
بہر حال کوئی مسلمان کسی اپنے مسلمان بھائی کے جھوٹ اور سچ کسی عیب کو اُچھال کر اور اس کی جھوٹی یا سچی برائیوں کو لوگوں کے سامنے بیان اور ذکر کر کے رسوا اور بدنام کرنا، نہایت ہی غیر شریفانہ فعل اور بدترین جرم اور خُبثِ باطنی کی دلیل ہے، کوئی مسلمان کتنا ہی غریب اور محتاج، کتنا ہی ضعیف و ناتواں، کتنا ہی نامراد و خستہ حال کیوں نہو۔ اس کا مذاق اڑانا، آوازے کسنا، طعن کرنا، نام نکالنا، اس کے حق میں توہین و حقارت آمیز لب ولہجہ اختیار کرنا یا وہ گو اور اوباش، بازاری اور بے حیا و بیباک لوگوں سے برائی کر کے انکو خوب علاکر اُن کی زبان سے بدزبانی اور بدزیب اور خلاف تہذیب الفاظ برسرِ عام کہلوانا اور عار دلانا پھر اس سے مزا لینا، راضی اور خوش ہونا، یہ کسی مسلمان، کسی شریف کسی اچھے آدمی کا کام ہرگز نہیں ہو سکتا۔
ذرا غور کرو! تم اگر کسی پر اعتراض و تنقید یا برائی کر رہے ہو، تو تم اُس شخص سے اپنے کو اچھا سمجھتے ہو یا برابر سمجھتے ہو یا کم اور بُرا سمجھتے ہو، اگر تم کہو کہ ہم اس سے اچھے ہیں تو یہ ثبوت اس بات کا ہے کہ تم اس سے یقیناً بدتر حالت میں ہو، کیونکہ ابلیس لعین اپنے کو اچھا سمجھنے ہی کی وجہ سے پھٹکارا گیا اور مردودِ بارگاہ ہو گیا۔ کیونکہ اس نے آدم علیہ السلام کے مقابلے میں "اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ" یعنی میں

اس سے بہتر ہوں، کہا تھا۔ تو اپنے آپ کو کسی سے اچھا سمجھنا خود اپنے بدتر ہونے کا اقرار ہے۔ اور اگر کہو کہ ہم اس کے برابر ہیں تو پھر تو جرم میں تم اور وہ برابر ہو۔ تو تم کو اپنے عیبوں کو چھوڑ کر اس کے عیبوں میں پڑنیکا کیا حق ہے۔ تمکو تو اپنے عیبوں کا علاج کرنا چاہئے، اور اگر تم کہو کہ ہم اس سے بُرے ہیں تو تم خود اس سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہو، تم کو اپنے مصیبت سے فرصت کیسے ملگئی کہ دوسرے کی مصیبت کا علاج کرنے لگے، غرض کہ دوسرے کے عیبوں کے چکر میں پڑنا اور ثابت کرنیکے درپئے رہنا حماقت ہی حماقت ہے،

عُلماء و صلحاء کی غیبت و عیب جوئی اور پردہ دری تو اور زیادہ شنیع اور قبیح ہے

عزیزمن! کسی کو کیا معلوم کہ جو مسلمان ظاہری طور پر نہایت ہی خستہ حال ہے، اور ضعیف و کمزور ہے۔ اللہ رب العزت کے نزدیک اس کا مقام کیا ہے، انجام و مآل کے اعتبار سے وہ کسقدر رجہ کا ہے۔

دوستو! اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ جو بھی شخص "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" پر ایمان رکھتا ہو، رسولِ کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے۔ وہ معزز ہے مکرم ہے، محترم ہے، عنداللہ وہ دنیا بھر کے تمام کافروں سے زیادہ معظم ہے۔

ارشاد ربانی ہے

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ○	اللہ کیلئے ہی عزت ہے اور اس کے رسول کیلئے اور ایمان والوں کیلئے عزت ہے

لیکن منافقین نہیں جانتے ۔

لہٰذا کسی مومن کی عزتِ ایمانی کو مجروح نہیں کرنا چاہئے ۔ خاص طور پر وہ مومن جس کے چہرے مہرے سے علم دین کی علامت اور عبادتِ خداوندی کا نور جھلکتا ہوا۔ علماء کے زمرے میں اس کا شمار ہوتا ہو ۔ لوگوں میں عزت ووقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہو ۔ اسکی تعظیم وتوقیر کو بدرجہ اولیٰ ملحوظ رکھنا چاہئے

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

جو شخص ایسے لوگوں یعنی علماء وصلحاء پر طعن اور عیب جوئی کرتا ہے ۔ اس کا نورِ قلب بجھ جاتا ہے ۔ اس بات کی آجکل لوگوں میں بہت زیادتی ہے ۔ کیونکہ آج کل ہمعصروں میں کینے اور حسد بہت زیادہ ہو گئے ہیں اگر کسی ہمعصر کی بہ نسبت کوئی بات سنتے ہیں تو اسکی تحقیق کبھی نہیں کرتے ۔ فوراً اس کے درپئے ایذاء ہو جاتے ہیں اور تحقیق نہ کرنیکا سبب یہ ہے کہ وہ ڈرتے ہیں کہ مبادا تحقیق کے بعد کہیں یہ بات غلط نہ ثابت ہو جائے ۔ تو

پھر وہ غرض نفسانی اور ایذا رسانی حاصل نہو سکے گی۔ اور آجکل لوگ جھوٹ باتیں کثرت سے سنتے ہیں کیونکہ لوگوں کی آبروریں پڑنیسے آجکل احتیاط بہت کم کیجاتی ہے

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قال ابراھیم النخعی لا تقطع اخاک ولا تھجرہ عند الذنب بذنبہ فانہ یرتکبہ الیوم ویترکہ غدا وقال ایضاً لاتحدثوا الناس بزلۃ العالم فان العالم یزل الزلۃ ثم یترکھا وفی الخبر اتقوا زلۃ العالم ولا تقطعوہ وانتظروا فیئتہ ج۲

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اپنے بھائی سے اگر کوئی گناہ دیکھو تو اسکے گناہ کیوجہ سے ایسے نہ قطع تعلق کرو، نہ ہجران اختیار کرو اس لئے کہ آج گناہ کر رہا ہے کل چھوڑ دیگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ عالم سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو لوگوں سے اس کو بیان نہ کرو، اس لئے کہ عالم سے لغزش ہو جاتی ہے تو وہ اس کو ترک کر دیتا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ عالم کی غلطی بیان کرنیسے ڈرو، اور اس سے قطع تعلق مت کرو۔ غلطی سے اسکے رجوع کرنیکا انتظار کرو۔ یعنی امید رکھو کہ وہ غلطی سے ضرور رجوع کر لیگا اور توبہ کر لیگا۔

اور ص ۱۲۹ پر فرماتے ہیں

من عرف من عالم زلۃ حرم علیہ حکایتھا لعلتین احدھما انھا غیبۃ۔ والثانیہ وھی اعظمھا ان حکایتھا تھون علی

جو شخص کسی عالم کی کسی لغزش سے واقف ہو تو کسی سے انکا ذکر کرنا حرام ہے، دو وجہ سے ایک یہ کہ یہ غیبت ہے۔ (اور غیبت حرام ہے ہی)

المستمعین امر تلك الزلة ولیسقط من قلوبھم استحظامھم الاقدام علیھا فیکون ذلك سببا التھوین تلك المعصیة

دوسری وجہ یہ ہے اور یہ اس سے کہیں بڑی ہے کہ اگر کسی سے عالم کی لغزش کا ذکر کیا جائیگا تو سننے والوں پر یہ لغزش آسان اور معمولی

معلوم ہوگی۔ اور ان کے قلوب سے اس لغزش پر اقدام کرنیکی بڑائی اور اہمیت ساقط ہوجائیگی۔ پس یہ امر سبب بن جائیگا اس معصیت کے معمولی اور آسان سمجھ لینے کا۔

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی چودہویں مجلس میں فرماتے ہیں

یامنافق! طھر اللہ عزوجل الارض منك ما یکفیك نفاقك حتی تغتاب العلماء والاولیاء والصالحین تاکل لحومھم انت واخوانك المنافقون مثلك عن قریب یاکل الدیب ان السنتکم ولحومکم ولخطیکم وتمزقکم الارض لضحکم فتستحقکم ولقتیکم لا فلاح لمن لا یحسن ظنہ باللہ عزوجل واولیاءہ الصالحین ٥

اے منافق! اللہ جل جلالہ تجھکو موت دے اور زمین کو تجھ سے پاک کرے۔ کیا تجھکو تیرا نفاق کافی نہیں ہوتا کہ علماء صلحاء اور اولیاء کی غیبت کرکے ان کا گوشت کھاتا ہے تو اور تجھ جیسے تیرے منافق بھائی عنقریب کیڑے مکوڑوں کی غذا بنیں گے جو تمہاری زبانوں اور گوشت کو کھالینگے اور تم سب کو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کردینگے: اور قبر

میں دفن کئے جانیکے بعد زمین تمکو بھینچیگی اور الٹ پلٹ کردیگی۔ جو شخص اللہ جل جلالہ اور اسکے نیک بندوں کیساتھ نیک گمان نہیں رکھتا اور ان کے سامنے جھکتا نہیں اس کو فلاح نصیب نہیں ہوسکتی اور وہ دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل اور خوار ہوجاتا ہے

اور ستائیسویں مجلس میں فرماتے ہیں

المعاصی من حسام الحق عزوجل وفاتہ القاطعہ منہا دنیاً واٰخرۃً قال عزوجل فی بعض کتبہ یا ابن اٰدم ان ... فاتك كل شیٔ وكیف لا یفوتك الحق عزوجل وانت معرض عنہ وعن المومنین من عبادہ موذیا لھم بقولك وفعلك معرضا عنھم ظاھرك وباطنك عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذیۃ المومن عند اللہ من نقض الكعبۃ والبیت المعمور خمس عشر مرۃ! اسمع! ویلك یا من یؤذی فقراء اللہ عزوجل وھم المومنون بہ الصالحون لہ العارفون بہ المتوكلون علیہ ویلك انت عن تدبیب میت مسحوب مخرج من بیتك ومالك الذی تفتخر بہ مھوب لا ینفعك ولا یرد منك

محروم و بدنصیب وہی ہے جس کو حق تعالیٰ نصیب نہو۔ اور دنیا و آخرت میں اس کا قرب اسکے ہاتھ سے جاتا رہا۔ حق تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم اگر میں ہاتھ سے جاتا رہا تو ہر چیز تیرے ہاتھ سے جاتی رہی، اور حق تعالیٰ تیرے ہاتھ سے کیوں نہ جاتا رہے جبکہ تو اس سے اور اس کے ایمان لانیوالے بندوں سے اعراض کرنیوالا اور اپنے قول و فعل دونوں سے ایذا دینے والا ہے۔ ظاہر و باطن دونوں سے تو ان سے رُخ پھیرنیوالا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مومن کو ایذا دینا اللہ کے نزدیک پندرہ مرتبہ کعبۃ اللہ اور بیت المعمور کو ڈھا دینے سے زیادہ گناہِ عظیم اور خطرناک ہے، سُن، خرابی ہو تیری اے وہ شخص جو ہمیشہ اللہ کے فقیروں کو ایذا پہونچاتا ہے حالانکہ وہ لوگ اللہ پر ایمان لانیوالے اس کیلئے نیکی اختیار

کرنیوالے اسکے پہچاننے والے اور اس پر توکل و بھروسہ کرنیوالے ہیں
والے تجھ پر عنقریب تو مرنیوالا ہے کھینچ کر اپنے گھر سے تو باہر نکالدیا جائیگا اور تیرا مال
جس پر تو گھمنڈ کرتا ہے لوٹ لیا جائیگا کہ نہ تجھکو نفع پہونچا سکے گا اور نہ تجھ سے تکلیف و
عذاب کو روک سکیگا

میں حقیر گدایان عشق راکیں قوم شہانِ بے کمر و خسروان بے کلہ اند

حضرت انس و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے بخاری شریف کی روایت کردہ
حدیث قدسی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں

من اٰذی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب | جو شخص میرے ولی کو ایذا دیتا ہے اور توہین کرتا
ہے اسکو میں اعلانِ جنگ دیتا ہوں۔ یا اس نے گویا مجھکو اعلان جنگ دیدیا (زواجر)
علماء اور اولیا کی بے ادبی کو بہت سے حضرات نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے
اور زرکشی شارح بخاری نے حدیث مذکور کی شرح میں فرمایا،
کہ اس حدیث میں غور کرو کہ علماء اور اولیاء کی بے ادبی کو سزا سودخوار کے برابر
کر دیگئی (بلکہ اس سے بڑی الہ یعنی بڑا سود فرمایا ہے) سودخوار کے متعلق قرآن "فَاْذَنُوْا
بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" (یعنی سودخوار اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کیلئے تیار ہوجائیں)
اور امام حدیث الحافظ ابوالقاسم ابن عساکر نے فرمایا کہ

اعلم یا اخی ان لحوم العلماء مسمومۃ وعادۃ اللہ فی ھتک استار منتقصیہم معلومۃ وان
من اطلق لسانہ فی العلماء ابتلاہ اللہ قبل موتہ موت القلب " اے عزیز اللہ تعالیٰ

تمہیں اور ہمیں توفیق کامل عطا فرمائے، اور صراط مستقیم کی ہدایت کرے۔ خوب سمجھ لو کہ علماء کے گوشت زہر آلود ہیں اور اللہ تعالےٰ کی یہ عادت معلوم و مشہور ہے کہ علماء کی توہین و تنقیص کرنیوالیکو رسوا اور ذلیل کر دیتے ہیں اور جو شخص علماء پر عیب گیری کرتا ہے اسکے مرنیسے پہلے دل کی موت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

علماء کے گوشت کے زہر آلود ہونیسے اسطرف اشارہ ہے کہ کسی کی غیبت کرنیکو قرآن شریف میں اسکا گوشت کھانا قرار دیا گیا ہے۔ تو جو شخص علماء کی غیبت کرتا ہے وہ گویا ان کا گوشت کھاتا ہے مگر ان کا گوشت زہر آلود ہے جو شخص اسکو کھائیگا اس کا دین و دنیا دونوں تباہ ہو جائینگے۔

اور دل کی موت سے مراد یہ ہے کہ اس میں نیکی اور بدی کا اور بھلائی و برائی کا احساس نہ رہے۔ نیکی کو برا اور بدی کو اچھا کہنے لگے والعیاذ باللہ العظیم۔

غیبت اور تحقیر کسی کی بھی جائز نہیں۔ مگر جو شخص علماء کے ساتھ ایسا معاملہ کرے وہ سخت غضب الٰہی کا مورد بنتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایسے شخص کا خاتمہ خراب ہونیکا اندیشہ ہے۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لحمہائے بندگان حق خوری   غیبتِ ایشاں کنی کیفر بری

اس باب میں مصلح الامت حضرت مولانا شاہ محمد وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ کا رسالہ، "توقیر العلماء" قابل دید اور واجب المطالعہ ہے جسمیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے علم اور علماء سے

متعلق بعض معاملات کے کفر، حرام اور مکروہ ہونیکی متعدد جزئیات
معتبر کتب سے نقل کرنیکے بعد فرمایا کہ
ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ علمائے دین کا احترام اور توقیر واجب ہے بلکہ
ایمان کی علامت ہے اور ان کی اہانت اور استخفاف حرام بلکہ کفر ہے علماء نے
اس مسئلہ کیلئے اصول پھر جزئیات بیان فرمائے تاکہ لوگ ان سے بچیں اور اپنے
ایمان کی حفاظت کریں .... آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے قلوب میں نہ دین
کی وقعت باقی رہ گئی ہے اور نہ اہل دین کی ۔ لوگ بالکل آزاد اور بیباک
ہوگئے ہیں ۔ یہ سب جہالت اور فتنہ وفساد کی باتیں ہیں ۔ نہ انکو خدائے تعالیٰ
ہی کا خوف اس امر شنیع سے باز رکھتا ہے ۔ اور نہ مخلوق ہی سے یہ لوگ شرماتے ہیں
کہ یہی خیال کریں کہ دین سے ہم کو حصہ ہی کیا ملا ہے کہ ہم کسی عالم دین کی شان
میں کچھہ کہنے سننے کی جرأت کرسکیں ۔ غرض خلق اور خالق کا لحاظ کئے بغیر نیک
لوگوں کی حتی کہ عالم دین اور پیشوائے مذہب کی غیبت شکایت ان سے بدظنی
ان کی شان میں بدزبانی اور بدکلامی بلاوجہ ان سے بغض وحسد وغیرہ رکھنے
کو اپنا شعار ومعمول بنالیا ہے ۔ حالانکہ آپنے ابھی ملاحظہ فرمایا کہ جو شخص کسی
عالم دین سے بلا کسی سبب ظاہری کے بغض رکھے تو وہ دراصل شریعت سے
بغض رکھنے والا متصور ہوگا ، اور یہ شخص کافر ہو جائیگا ۔ ان مسکینوں کو نہ تو یہ سب
باتیں معلوم ہیں اور نہ کوئی ان کا بتانیوالا ہے ۔ کہ تم یہ کیا کر رہے ہو اور اے

اللہ کے بند دکا دھر جا رہے ہو۔ کہیں ایسا نہو کہ آج تم جنکو برا کہہ رہے ہو کل کو قیامت میں ان کو نائب رسول کے مقام پر فائز دیکھو! اور ان کی اہانت وتحقیر کیوجہ سے اپنا ایمان ہی غائب پاؤ۔ میں کہتا ہوں کہ کیا یہ خوف کا مقام نہیں ہے کہ دنیا میں لوگ اپنے کو مسلمان سمجھ رہے ہیں۔ اور ظاہری نماز و روزہ بھی جاری ہے لیکن علماء اور اولیا کی شان میں گستاخی اور بدزبانی اور ان کی توہین وتحقیر بھی کرتے رہتے ہیں۔ ایسا نہو کہ خدا کے سامنے پیشی کیوقت ندامت ہو جبکہ ندامت کچھ نفع نہ دیگی۔ پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں

اور میں تو یہ سمجھ رہا ہوں کہ اللہ تعالٰے کے دین اور اس کے دین کے حاملین ہی کی اہانت اور تحقیر کیوجہ سے آج مسلمانوں کو یہ روز بد دیکھنا پڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ عذاب عام طور پر دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں کی عقل وفہم رخصت ہی ہو چکی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بالکلیہ انکو ان کے نفس کے حوالے کر دیا ہے اور اپنی عون اور مدد ان سے روک لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اس زمانے میں لوگوں کے مزاج بگڑ گئے ہیں۔ اچھائی اور برائی میں تمیز نہیں ہے۔ بلکہ معاملہ برعکس ہو کر عیوب ہی کمالات معلوم ہوتے ہیں۔

چنانچہ کذب، افترا، بہتان، غیبت، شکایت، بدزبانی، بدکلامی، سوء ظن، فتنہ وفساد، نفاق واختلاف، اور بغض وحسد، یہ سب چیزیں پسند ہیں۔ اور جو شخص ان امور میں ساعی ہوتا ہے اسکی تعریف وتائید کیجاتی ہے برخلاف انکے

صدق، حسن ظن، اتفاق و اتحاد، احترام و اکرام اور تادب اور فتنہ وغیرہ سے دُور رہ کر، دوسروں کو بھی دُور رکھنا، اور اخلاص و اخلاق کا طریقہ بتانا" یہ سب چیزیں ناپسند ہیں۔ رہبر کو لوگوں نے رہزن" اور رہزن کو رہبر سمجھ رکھا ہے۔ فساد و صلاح افساد و اصلاح" اور مفسد و مصلح" اور صالح و فاسد میں امتیاز نہیں رہگیا ہے۔ اور جب کوئی قوم اللہ کی نظر کرم سے گر جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال نہیں ہوتی تو سب سے پہلے جو چیز اسکو بطور سزا کے ملتی ہے وہ اس سے اس کے نور علم کا سلب ہو جاتا ہے۔

اذا لم یکن عونا من اللہ للفتی فاول ما یجنی علیہ اجتهادہ

یہی وجہ ہے جو آج بصیرت سلب ہے۔ صلاح و فساد میں امتیاز باقی نہیں رہ گیا ہے، بلکہ فساد ہی نظر آتا ہے۔ انتہا یہ کہ دین اور ایمان جو نہایت ہی پاکیزہ چیزیں ہیں اب انہیں کو سبب اور محل فساد بنایا جاتا ہے۔ یعنی فساد دینی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ہوتا تو یہ ہے سراسر فساد، لیکن نفسانیت اس کو دین کے رنگ میں پیش کرتی ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے ناواقف مسلمان اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے وقت میں بجز اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید کے حق کا سمجھنا آسان بھی نہیں رہ جاتا

بدقسمتی سے آج ہم اُسی دَور سے گذر رہے ہیں۔ اور یہ سب کرشمے ہیں جہالت کے۔ کیونکہ جب آدمی کو حدود شرع کا علم ہی نہ ہوگا تو کیا وہ کسی کو پہچانیگا

پھر کسی کا کیا حق ادا کریگا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ ایمان بھی باقی نہ رہے۔ اور محض اپنی جہالت اور نفسانیت کیوجہ سے ایسے لوگ مسلوب الایمان ہوکر (العیاذ باللہ) دنیا سے رخصت ہوں۔ اور جب غبار چھٹے اسوقت انکو معلوم ہو کہ ہم گھوڑے پہ سوار تھے یا کسی اور سواری پر۔

وسوف تری اذا انکشف الغبا۔ افرس تحت رجلک ام حمار۔

عنقریب جب آندھی کا غبار دُور ہوگا۔ اس وقت تمکو معلوم ہوگا کہ تمہارے پیروں کے نیچے گھوڑا تھا یا گدھا

انتھی بلفظہ الشریف

مسلمانوں کی پردہ پوشی کرنی چاہئیے

اب اس وقت عام طور سے عوام و خواص سب نے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشاداتِ عالیہ پر عمل بالکل ترک کر دیا ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ خود اگرچہ قبیح سے قبیح تر افعال کے مرتکب ہوتے ہوں اور شریعت کی رات دن خلاف ورزی کرتے ہوں مگر دوسروں کی ذرا سی بھی بات کوئی بات عیب کی معلوم ہو جائے تو فوراً اس کو طشت از بام کر کے اسکے رسوا کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے۔ حالانکہ احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسیکا عیب معلوم ہو جانیکے بعد اس کا چھپا لینا لوگوں کے سامنے ظاہر کرنیسے کہیں زیادہ بہتر اور موجب ثواب ہے۔ بلکہ امام و قاضی کے سامنے بھی پیش نہ کرنا اور چھپا لینا بہتر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو و صفح اور ستر کا متعدد احادیث میں امر فرمایا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

تعافوا الحدود فیما بینکم فما بلغنی من حد فقد وجب۔	تم لوگ آپس میں حدود کو (مجھ تک پہونچنے سے پہلے ایک دوسرے سے معاف کر دیا کرو) کیونکہ

جو حد مجھ تک پہونچ جائیگی اسکی اقامت واجب ہوگی۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ

ادفعوا الحدود ما وجدتم له مدفعاً | حدود کو دفع کرو جبتک کہ اسکے لئے دفع کرنیوالی چیز تمکو مل سکے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ

ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبة (رواہ الترمذی) | حتی الامکان مسلمین سے حدود کو دفع کرو پس اگر اسکے لئے کوئی گنجائش ہو تو اُسے چھوڑ دو۔ اسلئے کہ امام کا عفو میں خطا کرنا عقوبت میں خطا کرنیسے بہتر ہے“

(یعنی تمہارے معاف کر دینے اور امام تک نہ پہونچانیکے سبب امام کا عقوبت نہ کرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تمہارے پہونچا دینے کیوجہ سے امام حد قائم کرے اسلئے کہ امام تک پہونچا دینے کے بعد اس پر اقامت خود واجب ہو جائیگی۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

من اصاب حداً فعجّل عقوبته فی الدنیا فالله اعدل من ان یثنیّ علی عبده العقوبة فی الآخرة ومن اصاب حداً فستره الله علیه | جو شخص حد کا سزاوار ہو (یعنی کوئی ایسا گناہ کرے جس پر حد متعیّن ہے) اور پھر اسی دنیا ہی میں اسکو سزا دیدی گئی تو پھر آخرت میں اس کو اس گناہ کی سزا

وعفا عنه فاللہ اکرم من ان یعود فی شیٔ قد عفا عنه (ترمذی۔ ابن ماجه)

نہیں دیجائیگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شانِ عدل سے یہ بات بعید ہے کہ وہ آخرت میں اپنے بندے کو دوبارہ سزا دے۔ اور جو شخص کسی واجب الحد گناہ کا مرتکب ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے اسکے اس گناہ کو چھپالیا اور اسکو معاف کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے یہ بعید ہے کہ وہ اس چیز پر دوبارہ اسکا مواخذہ کرے جسکو وہ معاف کرچکا ہے

مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے ندامت و شرمساری کے ساتھ اپنے گناہ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش کا طلبگار ہوا۔ یہانتک کہ حق تعالیٰ نے اسکے اس گناہ کی پردہ پوشی فرمائی اور اسطرح اسکو دنیا میں ہی معاف کر دیا تو اب اسکی شان کریمی سے امید ہے کہ آخرت میں بھی اسکو معاف کر دیگا

جمہور علماء کا یہ مسلک ہے کہ اگر کوئی بندہ کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اسی دنیا میں اسکی سزا بھگتنے کیلئے اسکو ظاہر کرنا (یعنی حاکم کے سامنے خود اپنے گناہ کا اقرار کرنا) اگرچہ اسکے ایمان کی پختگی اسکے قلب و احساس کی سلامتی اور اسکی خدا ترسی کا مظہر ہوگا۔ لیکن اسکے حق میں بہتر اور اولیٰ بات یہی ہے کہ وہ اپنے گناہ کو چھپا کر اپنے نفس کی پردہ پوشی کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سے طلبِ مغفرت و بخشش کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

شرب رجل فسکر فلقی یمیل فی الفج فانطلق به الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

ایک شخص نے شراب پی اور بدمست ہوگیا یہانتک کہ لوگوں نے اسکو راستہ میں اس حال میں پایا کہ

فلما حاذی دار العباس انفلت فدخل علی العباس فالتزمه فذکر ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فضحك وقال أفعلها ولم یأمر فیه بشیٔ (رواہ ابوداؤد)

وہ جھومتا چلا جاتا تھا (جیسا کہ شرابیوں کی عادت اور حالت ہوتی ہے کہ وہ نشہ کی حالت میں لڑکھڑاتے جھومتے راستہ چلتے ہیں) چنانچہ لوگوں نے اسکو پکڑ لیا۔ اور رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیچلے۔ لیکن جب وہ حضرت عباس کے مکان کے قریب پہونچا تو (لوگوں کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ اور حضرت عباسؓ کے پاس پہونچکر ان سے چمٹ گیا (گویا اس نے ان سے اسطرح پناہ اور سفارش چاہی) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا گیا تو آپ ہنس دیئے اور فرمایا کہ کیا اس نے ایسا کیا۔ اور پھر آپ نے اس کے بارہ میں کوئی حکم نہیں دیا۔

دیکھئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو اس شخص پر حد جاری کرنیکا حکم دیا۔ نہ اسکو کوئی دوسری سزا دی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اسکا شراب پینا نہ تو خود اسکے اقرار سے ثابت تھا اور نہ عادل گواہوں کی گواہی کے ذریعہ ثابت ہوا اگر وہ دربار رسالت میں حاضر ہوکر اپنی شراب نوشی کا اعتراف واقرار کرتا یا گواہوں کے ذریعہ اسکی شراب نوشی کا جرم ثابت ہوتا تو یقیناً اس پر حد جاری کرنیکا حکم کر دیا جاتا۔ اور جہانتک اس شخص کا راستہ میں نشہ کیحالت میں پائے جانیکا تعلق ہے تو یہ مسئلہ ہے کہ شرعی قانون کی نظر میں کسی شخص کا محض راستہ میں لڑکھڑاتے اور جھومتے ہوئے چلنا اس نشہ کے ثبوت کیلئے کافی نہیں ہے

جو اس پر حد جاری کرنیکو واجب کرے۔ رہا تفتیش و تجسس کا، یا یہ لغزش کیسا ہے، یہ ضروری نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اقیلوا ذوی الھیئات عثراتھم الا الحدود (رواہ ابو داؤد)	عزت داروں کی خطائیں معاف کر دیا کرو سوائے حدود کے

مطلب یہ کہ اگر کسی معزز اور بھلے آدمی سے کبھی گناہ سرزد ہو جائے۔ اور کسی لغزش میں مبتلا ہو جائیں۔ تو انکو معاف کر دیا کرو۔ سزا و عقوبت میں مبتلا کر کے ظاہری طور پر ان کو رسوا اور ذلیل مت کرو۔ ہاں معاملہ حد تک پہونچ جائے جسکی طرف اوپر اشارہ ہو چکا ہے۔ تو البتہ معاف نہیں کیا جائیگا خواہ کوئی ہو،

خلیفہ رسول اللہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لو رأیت احداً علی حد من حدود اللہ تعالیٰ ما اخذته ولا دعوت له احداً حتی یکون معی غیری	اگر بالفرض میں کسی شخص کو حدود الٰہی میں سے کسی حد پر دیکھوں تو میں اسکو گرفتار نہ کروں اور نہ اس کے لئے کسی کو بلاؤں۔ البتہ میرے

ساتھ کوئی دوسرا ہو تو اب دو شاہد ہو جانیکی وجہ سے قابل مواخذہ ہو جائیگا۔

یہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک دوسرے موقعے پر فرماتے ہیں،

لو وجدت شاربا لاحببت ان یسترہ اللہ ولو وجدت سارقا لاحببت ان یسترہ اللہ	اگر میں کسی کو شراب خوار پاؤں تو مجھ کو یہی محبوب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی ستر پوشی کرے۔ اور اگر میں کسیکو چور پاؤں

تو جھ کو یہی محبوب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی ستر پوشی کرے ۔

حضرت ابو حامد امام محمد غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ

امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک رات مدینہ منورہ کا گشت فرما رہے تھے۔ آپنے ایک مرد ایک عورت کو زنا کرتے دیکھا۔ صبح کو لوگوں سے فرمایا کہ اگر بالفرض امام اور خلیفہ کسی مرد و عورت کو زنا کرتے دیکھے (نہ نام لیا اور نہ واقعہ بیان کیا بلکہ فرضی طور پر ایک مسئلہ پوچھا کہ اگر خلیفہ اور امام ان کو سزا دے تو تمہاری کیا رائے ہے ۔

لوگوں نے عرض کیا آپ امام ہیں۔ آپکو اختیار ہے ۔ اس مجمع میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بھی موجود تھے ۔ انھوں نے فرمایا

لیس ذلک لک اذاً یقام علیک الحد ان اللہ تعالیٰ لم یأمن علی ھذا الامر اقل من اربعۃ شھود	آپ کیلئے سزا دینا ہرگز جائز نہیں۔ اگر آپنے ایسا کیا تو آپ کو تہمت لگانیکی سزا دیجائیگی یعنی اسّی کوڑے لگائے جائینگے جو تہمت لگانیکی

سزا ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں چار گواہوں سے کم پر مطمئن نہیں ہیں ۔

اس پر حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ھذا من اعظم الادلۃ علی طلب الشرع لستر الفواحش فان افحشھا الزنا وقد نیط باربعۃ من العدول	یہ شریعت میں عیب پوشی کے مطلوب ہونیکی بہت بڑی دلیل ہے ۔ کیونکہ سب عیبوں میں فاحش تر زنا ہے ۔ اور اس کا ثبوت چار

لیشاهدون ذلك منه فی ذلك منها کالمردد فی المکحلة وهذا قط لا یتفق وان علمه القاضی تحقیقا لم یکن لـه ان یکشف عنه ۔ فانظر الی الحکمة فی انسداد باب الفاحشة بایجاب الرجم الذی هو اعظم العقوبات ثم انظر الی کثیف ستر الله کیف اسبله علی العصاة من خلقه بتضییق الطریق فی کشفه فنرجوا ان لا نحرم الکرم یوم تبلی السرائر ففی الحدیث ان الله اذا ستر علی عبد عیوبه فی الدنیا فهو اکرم من ان یکشفها فی الآخرة وان کشفها فی الدنیا فهو اکرم من ان یکشفها مرة اخری

گواہوں پر موقوف ہے ۔ اور وہ گواہ عادل ہوں ۔ جو مرد کے عضو کو عورت کے عضو میں اس طرح دیکھیں جیسے سرمہ دانی میں سلائی ۔ اور ایسا کبھی ہو نہیں سکتا ۔ شاید ہی اتفاقاً شاذ و نادر ایسا ہوتا ہو ۔ (اور کاہے کو ایسا ہو اور کاہے کو زنا کا ثبوت ہو) اور اگر قاضی ولفتی طور پر اسکو جان بھی لے تو اسکو جائز نہیں کہ اسکا افشا کرے ۔ تو ذرا باب زنا کے انسداد کی حکمت پر غور کرو ۔ کہ اسکے لئے بہت بڑی سزا یعنی سنگسار کرنا مقرر کیا زنا کہ ایسی کڑی سزا کے ڈر سے کوئی اس فعل پر اقدام کرنیکی ہمت ہی نہ کرے) پھر اللہ تعالیٰ کی ستر پوشی پر بھی تامل کرو ۔ واہ واہ کہ اپنے گنہگار بندوں پر کیسا بھاری دبیز اور موٹا پردہ لٹکایا ہے ۔ کہ زنا کا حال کھلنے کا راستہ ہی تنگ کر دیا ہے (کاہے کو وہ بھاری پردہ اٹھے یعنی چار گواہ اور وہ بھی عادل اور واقعہ کی ایسی نوعیت بیان کندہیں اور کاہے کو ثابت ہو) ہم کو امید ہے کہ جس دن بھید اور پوشیدہ باتیں ظاہر کیجائینگی یعنی قیامت کے دن ستار العیوب وغفار الذنوب تعالیٰ شانہ کے کرم عمیم سے

ہم محروم نہ رہینگے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کا عیب دنیا میں
چھپاتا ہے تو اسکی شان کریمی کیا اس بات کی مقتضی ہو گی کہ روزِ قیامت اسکو فاش کرے
اور اگر دنیا میں اس کو فاش کر دے تو اسکی شان کریمی اس سے بلند تر ہے کہ وہ دوبارہ
قیامت میں اسکو فاش کرے۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ،
فقہ اور فتاوی کی مشہور کتاب دُرِ مختار ص۳۶۲ جلد اوّل میں جو یہ مسئلہ مذکور
ہے کہ

تزوج المغربی بمشرقیة بینهما مسیرة سنة فولدت لستة شهر فته تزوج لتصور کرامة	یعنی مغربی نے مشرقی عورت سے شادی کی اور دونوں کے درمیان سال بھر کی مسافت کی دوری ہے۔ تو اگر نو ماہ پر بچہ پیدا ہوا

تو وہ بچہ اسی شوہر کا تسلیم کیا جائیگا۔ بوجہ کرامت کے جائز ہونے کے۔
اس پر حضرات علماء فرماتے ہیں کہ محض ظاہری دُوری دیکھکر کسی کے پاس اس
یقین کا کوئی ذریعہ نہیں کہ میاں بیوی میں ملاقات نہیں ہوئی، لہذا یہ عورت
حرامکار ہے۔ اور بچہ حرامی ہے۔ کیونکہ کسی کو حرامکار کہنا یا حرامزادہ کہنا بہت
بڑی تہمت ہے۔ اور گناہِ عظیم ہے۔ اس کا منھ سے نکالنا بدوں دلیل قطعی
جائز نہیں۔ بلکہ جب تک بعید سے بعید احتمال ملنے اور ملاقات کرنیکا رہیگا
یہی سمجھینگے کہ شاید یہی بعید صورت واقع ہوئی ہو۔ اور وہ بعید احتمال دو ہیں
ایک یہ کہ کسی بزرگ کی کرامت سے زن و شوہر دونوں ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں۔

دوسرے یہ کہ کسی جن کے تصرف سے دونوں ایک جگہ اکٹھے ہو گئے ہوں،،
اور بزرگوں کی کرامت اور جنوں کا تصرف اہل سنت والجماعت کے نزدیک
عقلاً و وقوعاً ثابت ہے۔ اور گو اس کا احتمال بعید ہی ہوگا مگر ہم ایک مسلمان
عورت کو تہمت سے بچانیکے لئے اور بچّہ کو عار سے بچانیکے لئے اس احتمال کو
ممکن مانیں گے، اور یوں سمجھیں گے کہ شاید ایسی ہی صورت ہوئی ہو، اور
بعض صورتوں میں ممکن ہے کہ شوہر ایسی طرح خفیہ آیا ہو کہ کسی کو خبر نہ ہو، جیسے
بعض اشتہاری مجرم رات کو اپنے گھر آجاتا ہے اور رات ہی کو چلا جاتا ہے،
اسلئے اس بچّہ کو شوہر ہی کا سمجھیں گے اور نسب کو ثابت مانیں گے

البتہ شوہر کو اس کا قطعی علم ہوسکتا ہے شوہر کو مجبور نہیں کیا جائیگا کہ خواہ مخواہ اسکو
اپنا ہی بچہ مان۔ اگر اسکا نہیں ہے تو انکار و نفی کر سکتا ہے۔ مگر چونکہ حاکم شرع
کو کسی دلیل قطعی سے شوہر کا راست گو ہونا یقینی طور پر معلوم نہیں ہوسکتا بلکہ
احتمال ہے کہ کسی رنج اور غصہ سے عورت کو بدنام کرتا ہے اس لئے اس کے نفی
کرنے پر حاکم شرع سکوت نہ کریگا، بلکہ مقدمہ قائم کر کے لعان کا حکم جاری
کرے گا۔ لعانّ سے نسب منقطع مان لیا جائیگا۔ مگر واقع کے اعتبار سے پھر بھی
یوں کہیں گے کہ غیب کا علم خدائے تعالیٰ کو ہے اسیطرح اس عورت کی نسبت کہینگے
کہ خدا کو خبر ہے کہ مرد سچا ہے یا عورت

یہ مسئلہ بھی معلوم رہنا چاہے کہ اگر شوہر نے کہا کہ یہ میرا بچّہ نہیں ہے تو اگر عورت

بھی اقرار کرے تب تو اس عورت کو زانیہ کہا جائیگا۔ اور اگر عورت شوہر کی تکذیب کرے تو چونکہ دوسروں لوگوں کو کسی دلیل سے کسی خاص شخص کا جھوٹا یا سچا ہونا معلوم نہیں ہو سکتا ہر ایک میں دولوں احتمال ہیں اس لئے پھر بھی اس عورت کو زانیہ نہیں کہا جائیگا۔ بلکہ اس صورت میں شریعت نے لعان کا قانون مقرر کیا ہے۔

قرآن شریف کی آیت اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" اور لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ اور حدیث ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اور حدیث الولد للفراش وللعاھر الحجر" سے یہ سب مسائل ثابت ہیں۔ اور احتمالات بعیدہ پر دوسروں سے تہمت اور بدگمانی کا رفع کرنا حدیث کے اس قصہ سے ثابت ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا اور ٹوکا اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں چوری نہیں کر رہا کہا" کلا واللہ الذی لا الہ الا ھو" یعنی ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں،" آپؑ نے اپنے گمان کی تغلیط اور اسکے قسم کی تصدیق فرمائی" اور فرمایا" صدقت ربی وکذبت عینی" یعنی میں اپنے رب کی تصدیق اور اپنی آنکھ کی تکذیب کرتا ہوں۔ یعنی میری آنکھ نے غلط دیکھا" تو سچا ہے

خوب سمجھ لیجئے کہ ہماری درایت اور عقل ناتمام ہے ہماری درایت تو صرف اسقدر ہے

کہ ہم اگر حضرت عیسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے قصہ کو خلاف درایت وعقل سمجھ لیں تو کچھ تعجب نہیں۔ حالانکہ واقع میں ہرگز یہ درایت اور عقل کے خلاف نہیں" اسلئے کہ سرقہ کی حقیقت ہے اَخْذُ مَالِ الْغَیْرِ خُفْیَۃً، اس کی تحقیق کیلئے چار چیزوں کی ضرورت ہے۔ اوّل لینا، دوسرے مال کا لینا، تیسرے غیر کا مال لینا، چوتھے خفیہ لینا، آنکھ سے صرف اسقدر دیکھا جاتا ہے کہ خفیہ مال لینا۔ مگر مال الغیر ہونا یہ آنکھ سے کیسے معلوم ہوا، ممکن ہے وہ شے اسی کی ہے یا اس نے اجازت لی ہو، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اوّل اس ہیئت کو دیکھکر فرمایا کہ چوری کی ہے، پھر اسکے قسم کے بعد دوسرا عقلی احتمال منعقد ہو گیا کہ شاید یہ سرقہ نہ ہو اور یہ سمجھا ہو کہ اس ہیئت میں کوئی عارضی مصلحت ہو گی آپ نے دیکھا کہ آپ کی عقل بس اس قدر ہے، ورنہ اگر عقل ہو اور دیانت ہو، اخلاص ہو، تو شریعت کے جتنے اصول اور احکام ہیں سب عقل پر منطبق ہو سکتے ہیں۔

(ھٰذا ما افادہ المولانا تھانوی)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں امیرالمؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ کی گلیوں میں گشت کرتا تھا اتنے میں ہم کو ناگہاں ایک چراغ ظاہر ہوا۔ اور ہم اسکی طرف کو چلے جب اسکے قریب پہونچے تو دیکھا کہ ایک دروازہ بند ہے اور محسوس ہوا کہ اسکے اندر ایک جماعت موجود ہے۔ اور مکان کے اندر وہ لوگ چہل پہل اور شور وغل مچارہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا، اور فرمایا" اتدری بیت من ھذا" تمکو معلوم ہے کہ یہ کس کا گھر ہے، میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ یہ ربیعہ بن امیہ بن خلف کا گھر ہے، "وھم الآن شرب" یہ لوگ اسوقت شراب پئے ہوئے نشے میں متوالے ہیں۔ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ میں نے کہا کہ

اری انا قد اتینا مانھانا اللہ عنہ قال اللہ تعالیٰ ولا تجسسوا	میں تو سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہم نے وہ کام کیا ہے جس سے اللہ نے ہمکو منع کیا ہے اور روکا

ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَجَسَّسُوْا، یعنی عیب کا تجسس اور تفتیش اور تلاش مت کرو،
حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

فرجع عمر رضی اللہ عنہ وترکھم	یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس

تشریف لائے۔ اور ان لوگوں کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔
اس پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ

ھٰذا یدل علی وجوب الستر وترک التتبع وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم لمعاویۃ انک ان تتبعت عورات الناس افسدتھم اوکدت تفسدھم وقال صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر من آمن بلسانہ ولم یدخل الایمان فی قلبہ	یہ دلیل اس بات کی ہے کہ پردہ پوشی اور عیبوں کے پیچھے نہ پڑنا واجب ہے۔ اور بہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ سے فرمایا کہ اگر تم لوگوں کے عیبوں کے پیچھے پڑو گے تو انکو خراب کر دو گے یا قریب ہے کہ ان کو خراب کر دو گے اور بگاڑ دو گے

لاتغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتہم فانہ من یتبع عوراتہم یتبع اللّٰہ عورتہ ومن یتبع اللّٰہ عورتہ یفضحہ ولوکان فی جوف بیتہ

اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے وہ جماعت جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ابھی تک ایمان ان کے قلوب میں داخل نہیں ہوا ہے، مسلمانوں کی غیبت مت کرو، اور ان کے عیوب کی تلاش کے پیچھے مت پڑو۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کے عیب کے درپے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب کے درپے ہوتا ہے اور جسکے عیب کے درپے خداوند ذوالجلال ہوتا ہے اسکو رسوا کر دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔

اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ منورہ میں گشت کر رہے تھے ناگہاں ایک مکان کے اندر سے ایک مرد کے گانے کی آواز سنی۔ آپ دیوار پر چڑھ گئے تو دیکھا کہ اس مرد کے پاس ایک عورت بیٹھی ہے۔ سامنے شراب موجود ہے۔ فرمایا

یاعدو اللّٰہ اظننت ان اللّٰہ یسترك وانت علی معصیۃ

اے خدا کے دشمن کیا تو نے یہ سمجھا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیری پردہ پوشی کریگا اور تو اسکی نافرمانی کرتا رہیگا ——— اس شخص نے عرض کیا

وانت یا امیر المومنین فلا تعجل فان کنت قد عصیت اللّٰہ واحدۃ فقد عصیت اللّٰہ فی

آپ ہیں اے امیر المومنین، تو آپ جلدی نہ کیجئے اگر میں نے اللہ کی ایک نافرمانی کی ہے تو

ثالثاً ——— آپ نے میرے بارہ میں خداوند تعالیٰ کی تین نافرمانی کی ہے

قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَجَسَّسُوْا | اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ عیبوں کا تجسس مت کرو۔ حالانکہ آپ نے تجسس کیا

وقال لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وقد تسورت علی | اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ نیکی یہ نہیں ہے کہ گھروں میں پیچھے سے آؤ۔ اور آپ میرے پاس دیوار پھاند کر آئے۔

وقال لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اهلها وقد دخلت بیتی بغیر اذن ولا سلام | اور فرمایا اللہ نے کہ نہ داخل ہو کر و اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں بغیر بولے چالے اور بغیر گھر والوں پر سلام کئے ہوئے۔ اور آپ میرے گھر میں بغیر اذن اور بغیر سلام کے داخل ہوئے

فقال عمر هل عندك من خیر ان عفوت عنك | حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں تجھکو معاف کردوں تو تیرے پاس کچھ بھلائی ہے یعنی تو درست ہو جائیگا۔

قال نعم واللہ یا امیر المومنین لئن عفوت عنی لا اعود بمثلها ابداً | اس شخص نے کہا ہاں اللہ کی قسم اے امیر المومنین اگر آپ نے مجھ کو معاف کر دیا تو میں ایسی حرکت کے گرد کبھی نہ جاؤنگا۔ راوی کہتے ہیں "فعفا عنه وخرج وترکه"، پس حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو معاف کر دیا۔ اور اسکو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس تشریف لائے۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک شخص ایک شراب کے متوالے شخص کو پکڑ کر آپ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے بعد تحقیق اسکی تادیب فرمائی۔ اور حد جاری فرمائی

جب جلاد کوڑے سے فارغ ہوا تو آپنے لانیوالے سے پوچھا، ما انت منه، تو اس کا کون ہے،، فقال عمه،، تو اس شخص نے کہا کہ میں اس کا چچا ہوں،،

توحضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ما ادبت فاحسنت الادب ولا سترت الحرمة | اول تو تو نے اسکی خوب تادیب اور تربیت نہیں کی (ورنہ شراب پینے کی نوبت ہی نہ آتی پھر جب پی ہی لیا تو تو نے اسکی عیب پوشی نہیں کی۔ اور نہ اسکی آبرو بچائی

پھر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا

انه ینبغی للسلطان اذا انتهی الیه حدٌّ ان یقیمه وان الله عفو یحب العفو ثم قرأ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

حاکم کو چاہئے کہ اگر معاملہ سزا کی حد تک پہونچ جائے تب تو حد کو قائم ہی کر دے ورنہ تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنیوالا ہے اور معاف کرنیکو پسند کرتا ہے۔ پھر آپنے یہ آیت پڑھی ولیعفوا الایہ یعنی اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگذر کیا کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمکو معاف کرے اور بخشدے۔ اور اللہ بڑا بخشنے

والا رحم کرنیوالا ہے۔

نعیم بن ہزّال بیان کرتے ہیں کہ ماعز بن مالک اسلمی ایک یتیم تھے۔ اور میرے والد ہزال کی پرورش میں تھے۔ اور میرے والد ہزال ہی کی ایک آزاد کردہ لونڈی تھی جسکا نام فاطمہ تھا۔ اسی فاطمہ سے ماعز بن مالک اسلمی نے زنا کا ارتکاب کیا۔ اور جب میرے والد ہزال کو اس کا علم ہوگیا تو انھوں نے ماعز کو مشورہ دیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کیخدمت میں حاضر ہوکر آپ کو بتادیں۔ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں۔ وانمایرید بذٰلک رجاء ان یکون له مخرجاً" اور میرے والد کا مقصد اسکے سوا کچھ نہ تھا کہ شاید حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کا استغفار اسکی نجات کا سبب بنجائے۔ (یعنی میرے والد کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلّم انکو سنگسار کرنیکا حکم دیدیں) بہرحال حضرت ہزّال کے کہنے سے حضرت ماعز رضؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کیخدمت میں حاضر ہوئے۔ مختلف روایتوں میں جو انکا واقعہ بیان کیا گیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت ماعزؓ نے خدمت نبوی حاضر ہوکر عرض کیا" طهرنی یا رسول الله انی قد زنیت" اے اللہ کے رسول مجھ کو پاک کیجئے میں نے زنا کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ "لعلك قبلت او غمزت او نظرت" شاید تم نے اجنبیہ کا بوسہ لیا ہوگا

یا اسکو شہوت کے ساتھ چھوا ہو گا، یا دیکھا ہو گا،

مطلب یہ کہ یہ چیزیں بھی زنا کہلاتی ہیں، یا زنا کا باعث بنتی ہیں۔ تم ان میں سے کوئی حرکت کر گذرے ہو گے اور اب اسیکو زنا سے تعبیر کر رہے ہو انھوں نے کہا نہیں، یا رسول اللہ، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے جماع کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے یہ بات اشارے میں نہیں پوچھی بلکہ صاف لفظوں میں پوچھا کہ، کیا واقعی تم نے زنا کیا ہے۔ ماعزؓ نے کہا، ہاں میں نے جماع کیا ہے۔ اس تحقیق و تفتیش کے بعد آپ نے ماعز کو سنگسار کئے جانیکا حکم دیدیا

اور حضرت بریدہ کی روایت میں ہے کہ جب ماعز نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھکو پاک کیجئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ویحك ارجع فاستغفر الله وتب الیه تجھ پر افسوس ہے واپس جا (یعنی اس جگہ سے لوٹ جا اپنی بات کو واپس لے) اور اللہ تعالے سے اپنی زبان سے استغفار کر اور دل سے توبہ کر۔ راوی کہتے ہیں وہ چلے گئے، اور تھوڑی دور جا کر پھر واپس آگئے اور کہا، طھرنی یا رسول الله اے اللہ کے رسول مجھکو پاک کر دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی الفاظ فرمائے جو پہلے فرمائے تھے۔ چار مرتبہ اسی طرح ہوا۔ اور جب چوتھی بار ماعز نے کہا یا رسول اللہ مجھے پاک کر دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کہ میں تجھے کس چیز سے پاک کر دوں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب ماعز نے کہا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اپنا منہ اسکی طرف

سے پھیر لیا۔ وہ پھر اس سمت آپ کے چہرۂ مبارک کے سامنے آکر کھڑے ہوئے۔ ادھر آپ نے اپنا منہ پھیرا تھا اور کہا "اِنّی زَنَیتُ" میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے پھر اپنا چہرۂ مبارک انکی طرف سے پھیر لیا۔

یہانتک کہ جب چار مرتبہ اپنے جرم کا اقرار کیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنے قریب بلا لیا اور پوچھا "ابک جنونٌ" کیا تجھکو جنون ہے۔ انھوں نے کہا نہیں، پھر آپ نے پوچھا کہ "احصنتَ" کیا تو محصن ہے۔ کہا "ہاں"

اور بریدہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے لوگوں سے پوچھا کہ "ابہٖ جنونٌ" کیا اسکو جنون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ "یہ دیوانہ اور پاگل نہیں ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ "اشرب خمراً" کیا اس نے شراب پی رکھی ہے۔ یہ سنکر ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور انکا منہ سونگھ کر بتایا، کہ انکے منہ میں شراب کی بو نہیں پائی جا رہی ہے۔

تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو لیجاؤ اور رجم (سنگسار) کر دو چنانچہ وہ مقام حرّہ لیجائے گئے۔ اور ان کو پتھر مارا جانے لگا۔ جب انھیں پتھروں کی چوٹ لگنے لگی۔ تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے (لیکن ہم نے پیچھا کر کے) سنگسار کر دیا جب حضرات صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ وہ پتھروں کی چوٹ کھا کر اور موت کی سختی دیکھکر بھاگ کھڑے ہوئے تھے (لیکن ہم نے پیچھا کر کے سنگسار کر دیا) تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ھلّا ترکتموہ لعلّہ ان یتوب فیتوب اللّٰہ علیہ | تم لوگوں نے اسکو چھوڑ کیوں نہیں دیا۔ بہت

ممکن تھا کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کر لیتا، اور توبہ کر لیتا، اور اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کر لیتا۔

دو تین روز تک اسی طرح گذر گئے اور حضور کی مجلس میں حضرت ماعزؓ کا کوئی ذکر نہیں ہوا پھر ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

استغفروا لماعز بن مالک لقد تاب توبۃ لو قسمت بین امۃ لوسعتھم	تم لوگ ماعز بن مالک کیلئے استغفار اور اس کے درجات کی بلندی) کیلئے دعا کرو۔ بلاشبہ اس نے

ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اسکو پوری امت پر تقسیم کر دیجائے تو وہ سب کیلئے کافی ہو جائے،

حضرت نعیم کہتے ہیں کہ

ان ماعزا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقر عندہ اربع مرات فامر برجمہ وقال لھزال لو سترتہ بثوبک لکان خیرا لک	ماعز حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کے سامنے چار مجلسوں میں چار مرتبہ اپنے زنا کا اقرار کیا۔ تو حضور نے

انکے رجم کا حکم دیا۔ اور ہزال سے فرمایا کہ اگر تم ماعز کو اپنے کپڑے سے چھپا لیتے (یعنی اسکے زنا کے واقعہ پر پردہ ڈال دیتے اور اسکو ظاہر نہ کرتے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا ‘‘

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مع ایک جماعت کے کہیں تشریف لیجا رہے تھے۔ راستے میں ماعز بن مالک اسلمی کی قبر پر گذر ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں انصار کے دو آدمیوں کی آپس میں گفتگو کی آواز پہونچی، وہ آپس میں کہہ رہے تھے۔

انظر الی ھذا الذی سترہ اللہ علیہ فلم یدع نفسہ حتی رجم رجم الکلب | اس شخص (ماعز) کو دیکھو کہ اللہ نے تو اس پر پردہ ڈالا تھا۔ یعنی کسی نے اسکو زنا کرتے نہیں دیکھا

تھا۔ یا دیکھا تھا مگر چار عادل گواہوں نے نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا کسی کو معلوم نہ تھا۔ مگر اس نے اپنے کو بخشا نہیں اور آکر حضور کی خدمت میں اقرار کرلیا۔ اور اقرار کرنیکی وجہ سے آخر رجم کا مستحق ہوگیا۔ اور مثل کتے کے سنگسار کر دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں یہ آواز پہونچی۔ مگر آپ چپ رہے۔ ثم سار ساعۃ "پھر آپ آگے بڑھتے رہے۔ اور ایک گھڑی کچھ نہ بولے فمرّ بجیفۃ حمار شائل برجلیہ " پھر ناگہاں ایک مرے پڑے ہوئے گدھے پر گذر ہوا۔ جسکی دونوں ٹانگیں اٹھی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان لوگوں کے بارے میں کہ جو یہ باتیں حضرت ماعز کے بارے میں کہہ رہے تھے۔ فرمایا

"أین فلان و فلان" " فلاں اور فلاں کہاں ہیں — تو ان دونوں انصاری آدمیوں نے جنہوں نے ماعز کے بارے میں باتیں کہی تھیں آگے بڑھکر بولے

نحن ذان یارسول اللہ" یہ ہیں ہم لوگ یارسول اللہ"

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ماعز کی غیبت کرنیوالے ان دونوں انصاری آدمیوں سے فرمایا کہ " کلا من جیفۃ ھذا الحمار " اس مُردہ گدھے کا سڑا ہوا گوشت کھاؤ

ان دونوں آدمیوں نے عرض کیا!

یارسول اللہ غفر اللہ لک من یاکل ھذا؟ | اے اللہ کے رسول اللہ تعالٰے آپکو بخشے، اسکو کون

کہا سکتا ہے ۔

تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ما نلتما من عرض هذا الرجل آنفا اشد من اكل هذه الجيفة ۔ فوالذی نفسی بیدہ انه الان فی انهار الجنة	ابھی ابھی جو تم اس آدمی یعنی ماعز کی آبرو اور حرمت پر چھینٹے ڈالے تھے وہ اس مردار کے کھانے سے زیادہ سخت ہے ۔ قسم اس ذات کی

جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اس وقت وہ یعنی ماعز جنت کی نہروں میں عیش کر رہا ہے

مصلح الامت حضرت سیدنا و مرشدنا و مولانا **محمد وصی اللہ** صاحب الہ آبادی قدس سرہ نے اس مضمون کی احادیث میں ستر مسلم کی جو تاکیدات اور اہمیت بیان کیگئی ہیں ۔ انکے بارے میں جو فرمایا، وہ جامعیت کے اعتبار سے ایک خاص شان کا حامل ہے ۔ اس لئے اسکو بہ تغیر یسیر نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ یہ مضمون معرفت حق مجریہ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ میں شائع ہوا ہے ۔ وھو ھذہ

شراح حدیث فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں عام مسلمین کو خطاب کیا گیا ہے کہ موجبات حدود کو امام کے سامنے پیش کرنے سے قبل ہی آپس میں ایک دوسرے سے عفو و درگذر کر لیا کریں ۔ اور اس کو امام تک نہ پہونچا دیں کیونکہ جب امام تک پہونچا دیجائیگی اور بقاعدہ شرعی ثبوت بہم پہونچ جائیگا تو پھر امام کیلئے اس پر حد شرعی کی اقامت واجب ہو جائیگی ۔ البتہ امام کیلئے بھی حکم ہے کہ اسکو پہلے اس قسم کے الفاظ تلقین کرے کہ تم نے ایسا کیا

ہوگا۔ تم کو جنون تو نہیں۔ تم نے شراب تو نہیں پی ہے۔ شاید تم نے بوسہ لیلیا ہوگا وغیرہ۔ تاکہ وہ کسی طرح رجوع کرلے اور اس سے حد ساقط ہو جائے۔ جب ہر طرح کی تلقین کے باوجود اقرار کرلے تب اس پر حد شرعی جاری کئے جانیکا حکم شرعی کرے

دیکھئے شریعت میں کس قدر رعایت کیگئی ہے ایک طرف تو حدود کے احکام کی آیات نازل ہو رہی ہیں۔ اور دوسری طرف لوگوں کو ستر کا حکم ہو رہا ہے۔ ائمہ کو تلقین کی تعلیم دیجا رہی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی شفقت و رأفت علی العباد کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کیلئے رحمت ہی بنا کر بھیجا تھا۔ اسلئے آپؐ کی شفقت و رحمت علی الامت کا بھی کچھ پوچھنا نہیں۔ دیکھئے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوکر اقرار کیا تو آپنے رخ دوسری جانب پھیر لیا۔ حتیٰ کہ انھوں نے جب چار مرتبہ اقرار کرلیا تب آپنے حد جاری کرنیکا حکم صادر فرمایا۔

جب ان کو پتھر لگنے لگے تو اسکی تکلیف کی شدت سے گھبرا کر پشت پھیر کر بھاگنے لگے تو ایک شخص کے ہاتھ میں اونٹ کے جبڑے کی ہڈیاں تھیں انھوں نے بڑھکر اسی سے مار دیا۔ پس وہ گر پڑے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اسکا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا پھر

ان کو چھوڑ کیوں نہیں دیا گیا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک صحابی جن کا نام ہزال تھا الغوں نے حضرت ماعز کو اقرار کرلینے کا مشورہ دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم انکو ستر کا مشورہ دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسقدر شفقت علی الامت معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بندوں کی ستاری کا اس قدر اہتمام فرمائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ معصوم ہیں وہ غیر معصومین پر اتنا لطف و کرم فرمائیں۔ مگر ہم لوگ غیر معصوم ہونیکے باوجود کسی کی آبرو کا خیال نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ان کے ستر کے نیچے نہیں رہنے دینا چاہتے۔ شریعت میں تو یقین کو طرح طرح کے حیلوں کی تلقین سے شبہ پیدا کر کے حدود کے اسقاط کی تعلیم کیجا رہی ہے۔ اور ہم لوگ شبہ کو یقین کا حکم دیکر بلا وجہ ایک مسلم کی آبرو ریزی اور پردہ دری کرنے لگ جاتے ہیں۔ حکام وقت کو دیکھا جاتا ہے کہ قتل وغیرہ کے مقدمات میں ذرا ذرا سے شبہ کی بنا پر ملزمین کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر ہم لوگ باوجود اسکے کہ اس باب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شدومد سے تعلیم موجود ہے کسی کی غلطی کو عفو در گذر کرنیکے لئے تیار نہیں۔ بڑے افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ ان تعلیمات

سے اغیار تو فائدہ اٹھائیں۔ اور ہم روز بروز دور ہوتے جائیں۔
بلاشبہ ہمارے ان افعال کو تعلیمات نبویہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور بیشک ہم سے سنت اور شریعت کی خلاف ورزی اور نافرمانی دن رات ہو رہی ہے۔ اب سے بھی اگر ہم ہوش میں آجائیں۔ اور اپنے نبی کی تعلیمات کو اپنائیں اور احکام شرعیہ کی پابندی کریں تو آج بھی ہمکو اسکے برکات وثمرات نصیب ہو سکتے ہیں

اب ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ زانی کی سزا رجم کیوں تجویز کیگئی۔ ایک ہی مرتبہ تلوار سے کیوں نہیں قتل کر دیا جاتا تاکہ فوراً جان نکل جائے اور اس طرح سنگسار کر کے مردہ کرنے میں تو تکلیف زیادہ ہوتی ہے
الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک جواب ذہن میں ڈالدیا، وہ یہ کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے حال پر والدین سے کہیں زیادہ عنایت اور محبت ہے۔ اسی لئے ایسی سزا تجویز فرمائی کہ اگر درمیان میں بھاگنا چاہے اور اپنے اقرار سے رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے بخلاف قتل کے کہ اس میں یکبارگی جان نکل جائیگی تو پھر یہ صورت کیسے پیدا ہو سکتی ہے اور یہ مصلحت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔

سبحان اللہ! کیا شفقت ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے جب احکام پر

غور کیجئے تو قربان ہونیکو جی چاہتا ہے (انتہی بلفظہ الشریف)

واقعۂ افک عائشہ رضی اللہ عنہا

اور اس کے سلسلے میں قرآنی ہدایات

صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۶ھ میں غزوۂ بنی المصطلق سے واپس مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں۔ ان کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا۔ وہ ہودج میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں۔ جمال ہودج کو اونٹ پر باندھ دیتے۔

رات کو ایک منزل پر قافلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ کوچ سے ذرا دیر حضرت عائشہ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ جسکے لئے قافلہ سے علیحدہ ہو کر جنگل کیطرف تشریف لیگئیں۔ وہاں اتفاق سے ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ اسکی تلاش میں دیر لگ گئی۔ یہاں پیچھے قافلہ کوچ ہو گیا۔

جمال حسب عادت اونٹ پر ہودج باندھنے آئے اور اس کے پردے پڑے رہنے کیوجہ سے گمان کیا کہ حضرت صدیقہ اس میں تشریف فرما ہیں۔ اٹھاتے وقت شبہ بھی نہ ہوا کیونکہ انکی عمر تھوڑی تھی۔ اور بدن بھی بہت ہلکا پھلکا تھا۔

غرض جمالوں نے ہودج کو باندھ کر اونٹ کو چلتا کر دیا۔ حضرت عائشہ واپس تشریف

لائیں، تو وہاں کوئی نہ تھا۔ نہایت استقلال سے انھوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہاں سے اب جانا خلاف مصلحت ہے۔ جب آگے جا کر ہمیں نہ پائینگے تو تلاش کرنے یہیں آئینگے۔ آخر وہیں قیام کیا۔ رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا، وہیں لیٹ گئیں۔

حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ گرے پڑے کی خبر گیری کی غرض سے قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ سے رہا کرتے تھے۔ وہ اس موقع پر صبح منہ اندھیرے پہونچے۔ دیکھا کوئی آدمی پڑا سوتا ہے۔ قریب آکر پہچانا کہ حضرت عائشہ ہیں۔ کیونکہ پردے کے حکم سے پہلے انکو انھوں نے دیکھا تھا دیکھکر گھبرا گئے اور بے اختیار انکی زبان پر "انا للہ وانا الیہ راجعون" جاری ہو گیا جس سے حضرت صدیقہ کی آنکھ کھل گئی۔ فوراً چہرہ کو چادر سے ڈھانک کر سمٹ کر بیٹھ گئیں۔

حضرت صفوان نے اونٹ ان کے قریب لاکر بٹھلا دیا، یہ اس پر پردہ کے ساتھ سوار ہو گئیں۔ انھوں نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر دوپہر کیوقت قافلہ سے جا ملایا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول بڑا خبیث، بدباطن، اور دشمن رسول تھا۔ اُسے ایک بات ہاتھ لگ گئی۔ اور بدبخت نے واہی تباہی بکنا شروع کر دیا۔ اس خبیث بے ایمان، اور اس کے ساتھی منافقون نے ایک ایک

مجلس ایک ایک مکان ایک ایک کان میں بنا بنا کر اور مصالحہ چڑھا چڑھا کر تہمت تراش کر باتیں گھڑ گھڑ کر پہنچانی شروع کر دیں۔ قرینے بیان کر کر کے اور قیاس آرائی کر کر کے تہمت کو صحیح باور کرانے میں لگ گئے

بعض بھولے بھالے اور سادہ لوح مسلمان بھی مثلاً مردوں میں شاعرِ رسول حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی حضرت مسطح رضی اللہ عنہ، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ حضرت زینب بنت جحش کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں، منافقین کے مغویانہ پروپاگنڈہ سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوسناک تذکرے کرنے لگے

عموماً مسلمان اور خود جناب رسول اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے واہیات تذکروں اور شہرتوں سے سخت صدمہ تھا۔

حضرت علیؓ حضرت اسامہ، حضرت زینب، گھر کی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہم سے پوچھ گچھ بھی فرمائی، کہ عائشہ کے اندر کبھی شک و شبہ کی بات تو نہیں دیکھی، بعضوں سے مشورے بھی لئے کہ کیا کیا جائے۔

ایک مہینہ تک یہی چرچا رہا۔ حضور سنتے اور بغیر تحقیق کچھ نہ فرماتے۔ مگر دل میں خفا تھے، ایک ماہ بعد ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس شہرت اور بدنامی، الزام اور تہمت کی اطلاع ہوئی۔ شدتِ غم سے بیتاب ہو گئیں۔ بیمار پہلے سے تھیں اور بیمار ہو گئیں۔ کھانا پینا سونا سب کچھ چھوٹ گیا۔ رنج و غم رونا دھونا لازم حال ہو گیا

اسی درمیان میں بہت سے واقعات پیش آئے۔ اور گفتگوئیں ہوئیں۔ جو صحیح بخاری وغیرہ میں منقول ہیں اور پڑھنے کے قابل ہیں۔

احقر نے الگ سے مستقل اور مفصل طور پر ایک رسالہ موسومہ "الدافع المتین عن الافک المبین" لکھدیا ہے جو انشاء اللہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہدیۂ ناظرین ہوگا۔ طوالت کے خوف سے اس رسالہ میں نہیں منسلک کیا۔ یہاں واقعہ کو بالاجمال والاختصار ذکر کرنا ہی مناسب سمجھا۔

پیغمبر اسلام کی حرم محترم، پاکدامن عفیفہ طاہرہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کا بے پناہ حزن وملال کی شبانہ روز کی تضرع وزاری دلی رنج وغم خالی نہیں جاسکتا تھا

اب وہ وقت تھا کہ عالم غیب کی زبان گویا ہو، بالآخر وہ گویا ہوئی۔ اور علام الغیوب جل وعلا شانہ نے سات آسمان کے اوپر سے حضرت صدیقہ طاہرہ کی طہارت وپاکیزگی، وبرات اور پاکدامنی نازل فرمادی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اگرچہ سخت جاڑے کا موسم تھا، پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح گرنے لگے۔ مسکراتے ہوئے سر اٹھایا، پہلے میری طرف دیکھا اور جوش مسرت سے فرمایا

اَبشری یا عائشۃ فقد انزل اللّٰہ براءتک	خوش ہوجا، اے عائشہ، پروردگار عالم نے تیری برأت اور پاکدامنی نازل فرمادی

اول قذف اور بہتان کے سلسلے میں حق تعالیٰ نے قانون بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درے (کوڑے) لگاؤ۔ اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو۔ اور یہ لوگ فاسق ہیں لیکن جو لوگ اسکے بعد توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت کرنیوالا رحمت کرنیوالا ہے

پھر واقعۂ افک عائشہ کے سلسلے میں سولہ مسلسل آیات ارشاد فرمائیں

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝	جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تمہارے میں کا ایک گروہ ہے۔ تم اسکو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں سے جس نے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا تھا سخت سزا ہوگی۔
لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ	جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے آپس والوں کے

إِفْكٌ مُّبِينٌ ٥

ساتھ نیک گمان کیوں نہ کیا، اور یوں کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

لَوْلَا جَاءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ٥

یہ لوگ اس پہ چار گواہ کیوں نہ لائے سو جس حالت میں یہ لوگ گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا دنیا و آخرت میں۔ تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس میں تم پہ سخت عذاب واقع ہوتا۔

إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ٥

جب کہ تم اسکو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منھ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو مطلق خبر نہیں۔ اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے۔ حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات تھی۔

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ

اور تم نے جب اسکو سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ایسی بات منھ سے بھی نہ نکالیں معاذ اللہ (سبحان اللہ) یہ تو بڑا بہتان ہے۔

يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ٥

اللہ تعالیٰ تمکو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا۔ اگر تم ایمان والے ہو۔

۸۔ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اور اللہ تعالےٰ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہے

۹۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو۔ ان کے لئے دنیا وآخرت میں سزائے دردناک ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

۱۰۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے۔ تو تم بھی نہ بچتے۔

۱۱۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اے ایمان والو! تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ اور جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ بے حیائی اور نامعقول ہی کام کرنیکو کہیگا۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو تم سے کوئی کبھی بھی پاک وصاف نہ ہوتا ولیکن اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے پاک وصاف کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے

۱۲۔ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اور جو لوگ تم سے بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں۔ اور چاہیئے کہ معاف کردیا کریں اور درگذر کیا کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردے بیشک اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے

۱۳۔ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

جو لوگ تہمت لگاتے ہیں اُن عورتوں کو جو پاکدامن ہیں ایسی باتوں سے بے خبر ہیں۔ ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کیگئی ہے اور اُن کو بڑا عذاب ہوگا۔

۱۴۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

جس روز ان کے خلاف میں انکی زبانیں گواہی دینگی۔ اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی، ان کاموں کی جو کہ یہ لوگ کرتے ہیں۔

۱۵۔ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ

اس روز اللہ تعالیٰ ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دیگا اور ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہی ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنیوالا بات کھول دینے والا ہے۔

۱۶۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں۔ اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں۔ اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ بکتے پھرتے ہیں۔ انکے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

مذکورہ بالا آیات کے نزول کے بعد قرآنی ضابطے کے مطابق تہمت لگانیوالوں سے شہادت کا مطالبہ کیا گیا۔ وہ تو ایک بالکل ہی بے بنیاد خبر تھی گواہ کہاں سے آتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت لگانیوالوں پر شرعی ضابطے کے مطابق حد قذف جاری کی۔ ہر ایک کو اسّی اسّی کوڑے لگائے۔

بزار اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مسلمانوں پر حد قذف جاری فرمائی، مسطح، حمنہ، حسان رضؓ، اور طبرانی نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عبداللہ بن ابی منافق جس نے اصل تہمت گھڑی تھی اس پر دوہری حد جاری فرمائی۔ پھر مومنین نے توبہ کر لی اور منافقین اپنے حال پر قائم رہے
(بیان القرآن)

اِن آیات قرآنیہ سے جو باتیں ثابت ہوتی ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ

الزام کے ثابت ہونیکے لئے دلیل ضروری ہے۔ اگر دلیل نہو تو ملزم اور متہم کے بری ہونیکا یقین ہونا چاہئے۔ شک سے الزام ثابت نہیں ہوگا

الزام زنا کے ثبوت کیلئے چار معتبر گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر چار نہیں پیش کر سکے تو الزام لگانیوالے اَسّی اَسّی کوڑوں کی سزا کے مستحق ہونگے اور ہمیشہ کیلئے مردود الشہادت ہونگے۔ فاسق اور عند اللہ کاذب ہونگے۔ گنہگار ہونگے۔ دنیا و آخرت میں ملعون، اور دنیا و آخرت میں عذاب الیم و عظیم میں گرفتار ہونگے

مسلمانوں کو چاہئے کہ تہمت لگانیوالیکو جھوٹا سمجھیں اور جھوٹا کہیں تعجب اور حیرت کا اظہار کریں۔ بہتان اور اِفک قرار دیں۔ متہم کے ساتھ گمان نیک کریں۔ زبان سے اس کا تکلم نہ کریں۔ تہمت لگانیکو معمولی اور ہلکا بات نہ سمجھیں۔ اللہ کے نزدیک بھاری بات سمجھیں۔ اور پھر کسی ایسی حرکت نہ کرنیکا ارادہ کرلیں۔

ان گندی باتوں کا نہ چرچا کریں نہ چرچا کرنیکو پسند کریں۔ چرچا کرنیوالے اور چرچا کو پسند کرنیوالے دنیا میں عذاب الیم کے مستحق ہیں۔ قیامت کے دن زبان ہاتھ، اور پاؤں گواہی دینگے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں واجبی بدلہ کے مستوجب ہونگے وغیرہ وغیرہ

تنبیہ ۱۔ جہاں تک شک اور یقین کا تعلق ہے۔ کون سی ایسی صورت ہے جہاں احتمال اور شک کی گنجائش نہیں خصوصاً اس معاملے میں بجز علام الغیوب جل وعلا شانہ کی خبر کے کونسی خبر یقینی اور قطعی ہو سکتی ہے۔ اگر عزیز و اقربا اور شوہر و بیوی سب موجود ہوں کون قطعی طور پر کہہ سکتا ہے کہ بچہ حرام کا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر شوہر بھی کہدے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ تب بھی قطعی طور پر حرامی ہونیکا حکم کسطرح دیسکتے ہیں۔ جبکہ یہ احتمال ہے کہ ممکن ہے کسی اور غصہ کیوجہ سے عورت کو بدنام کرنا منظور ہو۔ اسی طرح چار آدمی کسی کے زنا کی گواہی دیتے ہوں اگرچہ بظاہر عادل و معتبر ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ طمع و لالچ، عداوت وحسد وغیرہ کسی دنیوی غرض کی بنا پر سازش کر کے کسی کو بدنام اور ہلاک کرنا چاہتے ہوں۔

اسی طرح شوہر مغرب میں ہو اور عورت مشرق میں ہو، مدت تک ملاقات ثابت نہو۔ اگر بچہ پیدا ہو گیا ہو تو اسکے حرامی ہونیکا حکم قطعی کس طرح لگایا جا سکتاہے۔ جبکہ یہ احتمال ہے کہ کسی جن کے تصرف یا کسی بزرگ کی کرامت سے جسکے اہل سنت قائل ہیں۔ میاں بیوی میں ملاقات ہو گئی ہو اور کسیکو پتہ نہو یا ممکن ہے کہ شوہر ایسی طرح خفیہ آیا ہو کہ کسیکو خبر نہو جیسا کہ بعض اشتہاری مجرم رات کو اپنے گھر آجاتے ہیں اور رات ہی کو چلے جاتے ہیں

ہاں شوہر کہے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے۔ تو البتہ شوہر کو تو قطعی علم بیوی سے ملنے نہ ملنے کا

ہو سکتا ہے۔ لیکن دوسروں کو شوہر کا راست گو ہونا قطعی طور پہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ اسیطرح کوئی اجنبی جوان مرد، جوان عورت کے ساتھ اگرچہ تنہائی میں ہو، یا رات کے وقت جنگل بیابان میں ہو، جہاں بجز خدائے تعالیٰ کے کوئی دیکھنے والا نہ ہو تو باوجود شک اور گمان کے اسباب و قرائن کے پائے جانیکے قطعی حکم زنا کاکسطرح لگایا جاسکتا ہے

غرض اکثر حالات میں کوئی صورت ایسی نہیں پائی جاتی جو قطعی و یقینی ہو۔ اور احتمال سے خالی ہو۔ گو وہ احتمال بعید بلکہ ابعد ہی کیوں نہ ہو۔ اِدھر دنیا اور دین میں کھلی چھوٹ بھی بدامنی اور فساد عظیم کا باعث ہے۔ ان واہیات کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ اسلئے شریعتِ مقدسہ نے انمیں سے چند خاص صورتوں کو یقینی قرار دیکر انھیں پر احکام حدود و کفارات کو منوط اور مبنی کر دیا ہے، وہ یہ کہ مجرم اعترافِ جُرم کرے، یا معاملۂ زنا میں چار یعنی معاملہ آبرو میں چار و دیگر النفس و اموال کے معاملات میں دو گواہوں کی گواہی، اور شوہر و بیوی کے معاملہ میں لِعان"

ان صورتوں میں یقین کا حکم لگا دیا جائیگا۔ اور حدود و کفارات کے احکام نافذ کر دیئے جائینگے۔ لیکن جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ تمام صورتیں شک اور احتمال سے خالی نہیں، لہٰذا

یہ یقین شرعی ہوگا یقین عقلی نہ ہوگا۔ اسی یقین شرعی کی بنا پر جان و مال اور عزت و آبرو کے معاملات میں حدود و کفارات کا اجرا کر دیا جائیگا اور بندہ اسی

یقین شرعی کا مکلف ہے۔ چنانچہ اسی یقین شرعی کی بنا پر قصاصاً قتل، اور بہ جرم زنا سزاءً سنگسار کا حکم تک دیا جائیگا۔ وعلی ھذا القیاس
تہمت لگانیوالیکے اسی شرعاً یقینی ہونیکی بنا پر اسکو جھوٹا اور مردود الشہادت کہا جاتا اور کوڑوں کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔
پس ہر معاملہ دو جہت رکھتا ہے، شرعاً یقینی، اور عقلاً مشکوک اور محتمل، شرعاً یقینی ہونیکی بنا پر جانبین پر حدود و کفارات جاری ہونگے۔
اور عقلاً مشکوک ہونیکی بنا پر قاتل اور زانی وغیرہ کہنے کی ممانعت ہو گی۔ یعنی واقع کے اعتبار سے پھر بھی یہی کہینگے کہ علم غیب حق تعالیٰ کو ہے۔ خدا کو خبر ہے کہ ملزم سچا ہے کہ ملازم، مرد سچا ہے کہ عورت، اسی لئے شریعت نے نہایت اہتمام کے ساتھ، غیبت کرنے، عار دلانے، اور برائی سے یاد کرنیکی ممانعت کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
اللہ تعالیٰ کے یہ مقرر کردہ قوانین اور اصول عام ہیں۔ وہ کسی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ تا قیامت ہر متہم کی برات انھیں قوانین کی روشنی میں ثابت ہو جائیگی
انھیں قوانین کی روشنی میں ام المومنین عائشہ صدیقہ کی بھی برأت ثابت و متحقق ہو جائیگی۔ اور یہ برات یقینی ہوگی۔ مگر یقین شرعی ہو گی۔ اور اسکے خلاف کہنے والا جھوٹا، فاسق، ملعون، مردود الشہادت، اور مستحق ثمانین جلدہ ہو گا۔ لیکن عقلاً مشکوک ہونیکی وجہ سے کافر نہ کہا جائیگا۔ کفر کے ثبوت کیلئے یقین عقلی کا انکار ضروری ہے۔

لیکن اللہ رب العزت نے اپنے محبوب پیغمبر سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کی حرم محترم کے احترام اور عظمت شان کو برقرار رکھنے کے لئے جہاں قوانین و اصول کے ذریعہ ان کی برأت کو برأت شرعی یقینی ثابت فرمائی وہیں بذریعہ وحی ان کی برأت کا اعلان کر کے انکی براءت کو عقلاً بھی یقینی بنا دیا۔ کیونکہ جب علام الغیوب جل وعلا شانہ نے انکی پاکدامنی کی خبر دیدی تو اب شک کی گنجائش نہیں رہ گئی۔ لہٰذا اب انکی براءت عقلاً بھی یقینی ہو گئی۔

تو اب حضرت ام المومنین کی پاکدامنی میں شک کرنا اللہ تعالیٰ کی خبر میں شک کرنا ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خبر میں شک کرنا کفر ہے اسلئے عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی میں شک کرنا کفر ہے۔

خوب سمجھ لو جو انکی پاکدامنی میں شک کریگا، کافر ہوگا، اور دوسرے لوگ جنکی براءت قوانین الٰہیہ اور اصول شرعیہ کی رو سے ہو گی۔ گو انکی براءت میں شک کرنا کفر نہ ہوگا، تاہم اصول و قوانین شرعیہ کی خلاف ورزی کیوجہ سے شدید اور سخت معصیت ضرور ہو گی

سبحان اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں۔ اس لئے آپکی پاکدامنی یقینی تھی۔ اور اب آپکی حرم کی عصمت و پاکدامنی کی گواہی خدائے علام الغیوب نے دیدی، سچ ہے اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ ٥

وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ واہل بیتہ اجمعین

اب میں تیمناً و تبرکاً حکیم الامت حضرت مولانا **اشرف علی** قدس سرہٗ کے اصلاح انقلاب میں بیان کردہ مضمون کا اقتباس ہدیۂ ناظرین کرکے اُسی مبارک مضمون پر اپنے رسالہ کو ختم کرنیکی سعادت حاصل کرتا ہوں

اس مضمون کا عنوان ہے "**تعزیر، تعییر، تکفیر**" حضرت والا نے "**تعییر**" کے بارے میں ارشاد فرمایا"

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صریح ہے "الا ان دماء کم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا" جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حقوق العبد کی تین قسمیں ہیں، کسی کی جان یا بدن کو ضرر پہونچانا، دوسرے کسی کے مال کو ضرر پہونچانا، تیسرے کسی کی آبرو کو ضرر پہونچانا یعنی بدون کسی استحقاق کے۔ اسوقت اکثروں نے توحق العبد کو صرف قسم دوم (یعنی مالی نقصان پہونچانے) میں منحصر سمجھ رکھا ہے۔ اور کسی کی نظر بڑھتی ہے تو قسم اوّل (یعنی جان یا بدن کے نقصان) کو اسمیں داخل مان لیتے ہیں۔ باقی قسم ثالث یعنی آبرو کو نقصان پہونچانے تک تو اکثر خواص کا بھی ذہن نہیں جاتا۔

ایک کوتاہی جو بہت ہی عام ہے۔ حتیٰ کہ علماء مشائخ و ثقات تک بھی باستثناء من شاء اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ نہیں یہ ہے کہ جبکی

نسبت جو کچھ بھی سنا یا اکثر اوقات سُنے ہوئے بھی نہیں ہوتے۔ محض قرآن ہی پر، پھر قرآن بھی کیسے جو ضعیف الدلالۃ بھی نہیں، محض غیر دال، اعتماد کرکے زبان سے ہانک دیا،

خود ہی تفسیر و حدیث میں اسکے متعلق احکام پڑھا دیں۔ وعظ میں دوسروں کو سنادیں۔ مگر جب عمل کا موقع ہو، ایسے بھول جاویں گویا اسکے متعلق کبھی حکم شرعی انکے کان میں پڑا ہی نہیں۔ بس بلفظ دیگر گویا قرآن و حدیث صرف درس و وعظ کیلئے ہے عمل کیلئے ہے ہی نہیں۔ یا عمل کیلئے بھی ہے تو صرف عوام کیلئے اور خواص اس سے بری ہیں۔ یہ تو بعینہٖ علماء یہود کا طرز ہے اَللّٰھُمَّ احفظنا

بہرحال کوئی خاص ہو یا عام، احکام تو سب ہی کیلئے عام ہیں۔ حدیث "کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع"، اور حدیث "ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث"، ان ابواب میں نصوص صریحہ صحیحہ ہیں۔ نیز ان احادیث کا مدلول شب و روز مشاہدہ میں بھی آتا ہے۔ کہ سُنی ہوئی حکایات، اور اس سے بڑھکر قرآن پر بنا کی ہوئی روایات اس کثرت سے غلط نکلتی ہیں کہ گویا قریب قریب سب ہی غلط ہوتی ہیں اور اگر اتفاقاً شاذ و نادر کوئی صحیح بھی ہوتی ہے تو اس میں جھوٹ کی آمیزش اس نسبت سے ہوتی ہے جو پر اور کوے میں نسبت ہوتی ہے۔ یعنی

پَر کے برابر سچ ہوتا ہے اور کوے کے برابر جھوٹ۔ پھر اس بے بنیاد اور لغو مہمل روایات پر کسی سے عداوت کسی پر بدگمانی کسی کی نسبت بدزبانی بے تکلف جائز رکھی جاتی ہے۔

اور عجیب بات ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جسکی نسبت کوئی نہ کوئی شخص ایسی ہی بیہودہ بنیاد پر کچھ نہ کچھ کہتا ہو، اور خود اس شخص کو اس مقولہ کا باطل ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ اور اس مقولے سے ناگواری بھی محسوس کرتا ہے۔ اور اسوقت خود بھی اُسی قاعدۂ شرعیہ سے تمسک کرتا ہے۔ اور اس قائل کو اس قاعدہ کی مخالفت پر جاہل سمجھتا ہے۔ مگر جب خود کسی کی نسبت کچھ کہنے بیٹھتا ہے۔ اسوقت یہ سب اصولِ صحیحہ کالعدم ہو جاتے ہیں۔ تو گویا معنی اس کے یہ ہوئے کہ اور لوگ تو ہمارے معاملے میں ان اصول کے مقیّد رہیں مگر ہم دوسروں کے معاملے میں ان اُصول سے آزاد رہیں۔ سبحان اللہ کیا انصاف ہے۔ موٹی بات ہے کہ یہ اُصول قابلِ تمسک ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو تم بھی عمل کرو۔ اور اگر نہیں تو دوسروں سے بھی عمل کے منتظر و متوقع مت رہو۔ یہ زبردستی کا فرق کیسا، کہ تم دوسروں کے لئے تو عمل نہ کرو۔ اور دوسرے تمہارے لئے عمل کریں، اس فرق کا منشا، اگر جہل و تعسف و کبر نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر یہ ہے تو کیا ان اخلاق کی اصلاح واجب نہیں۔ اور بالخصوص کسی مرد و عورت کے عزت کے متعلق معاملات میں تو بے احتیاطی حد سے گذری ہوئی ہے۔ جس کی نسبت نصوص سے سب سے زیادہ احتیاط کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ فقہاء نے ان ہی نصوص کی بناء پر تصریح فرمائی ہے کہ اگر ایک مشرقی کا ایک مغربیہ سے توکیلاً نکاح ہوا۔ اور کسی نے دونوں کو مجتمع نہیں دیکھا۔ اور پھر اولاد ہوئی تو باوجود اسکے بھی اس عورت کو زانیہ کہنا یا اس بچہ کو ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔ بلکہ اس بچہ کو اسی مشرقی مرد کا کہیں گے (بہشتی زیور میں یہی مسئلہ تو لکھدیا تھا جس پر مہربانوں نے بے حد شور و غل مچایا

اور اس کے قبل تمام کتب فقہ میں جن میں سے بہت کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ موجود ہے۔ مگر کسی کو اس طرف التفات نہیں ہوا۔ بس بہشتی زیور میں اس کا آجانا غضب ہو گیا۔ رسالہ رفع الارتیاب میں اور رسالہ حکایات الشکایات، شکایت اول کے ذیل میں ان سب شبہات کا جواب عقلی و نقلی موجود ہے) واقعی بات یہ ہے کہ اگر حضرت عائشہ کے باب میں وحی قطعی نازل نہ ہوئی ہوتی۔ تو لوگوں کی اس بے احتیاطی پر نظر کرتے ہوئے قوی شبہ

ہوتا ہے کہ اِس زمانہ کے بہت مسلمان بھی ان پر بدگمانی کئے ہوئے رہتے۔ مگر ہم لوگوں کی قسمت اچھی تھی جو اس باب میں وحی نازل فرمائی گئی۔

مگر عجیب بات ہے کہ باوجود اس علم کے عام ہونیکے دوسرے موقعے پر جہاں جزئیاً وحی نہو۔ اس حکم پر عمل نہیں ہوتا۔ حالانکہ اُس حکم کے ضمن میں جو اُصول بیان فرمائے گئے ہیں۔ وہ کسی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ گو یہ بات ضرور ہے کہ محل نفس کی برائت (تہمت) وترا قطعی ہے۔ کیونکہ وہ صرف ان اصول ہی پر مبنی نہیں۔ اگر وہ اُصول نہ بھی ہوتے تب بھی براءت کا اعتقاد قطعاً فرض تھا۔ اور خلاف کا احتمال بھی واقع نہیں تھا۔ اور غیر محل نفس کی براءت ظنّی ہے کیونکہ وہ ان اُصول پر مبنی ہے جن کا حاصل دلیل شرعی نہ ہو اس کے ساتھ تکلم اور اسمیں سوءظن جائز نہیں۔ گو واقع میں اس کے خلاف کا احتمال ہو۔ کما قال تعالیٰ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔ مگر اس فرق میں بے احتیاطی کی اجازت کہاں ہوئی۔ کف لسان وحُسنِ ظن تو دونوں میں امر مشترک ہے اور میں نے جو ان اصول واردہ فی تبریۃ الصدّیقہ کا حاصل بیان کیا ہے۔ اُس سے

ایک طالب علمانہ شبہ کا بھی جواب ہوگیا۔ وہ یہ کہ حق تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ لَوْلَا جَاءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کا علم خلاف واقع ہونا محال ہے تو اللہ کے نزدیک جھوٹا وہی ہوگا جو واقع میں جھوٹا ہو۔ تو اس مقدمے کے بعد معنیٰ آیت کے یہ ہوئے کہ اگر کوئی کسی کو زانی کہے اور اس پر چار گواہ قائم نہ کر سکے تو وہ شخص واقع میں جھوٹا ہے۔ اور جب کسی کو زانی کہنے والا جھوٹا ہوا تو یہ شخص جسکو زانی کہا گیا ہے واقع میں زانی نہیں۔ تو لازم آیا کہ جہاں چار گواہ نہ ہوں وہاں واقع میں کوئی زانی نہیں ہوتا۔ اور یہ مشاہدہ سے باطل ہے کیونکہ ہزاروں آدمی واقع میں زانی ہوتے ہیں اور ان کے زنا پر ایک بھی گواہ نہیں ہوتا، چہ جائیکہ چار، تو پھر آیت کا مضمون کیسے صحیح ہوا۔ یہ ہے اشکال۔ مگر میں نے جو حاصل بیان کیا ہے۔ اس سے یہ اشکال جاتا رہا۔ تقریر اسکی یہ ہے کہ عند اللہ کے معنی فی علم اللہ اور فی الواقع نہیں، بلکہ فی حکم اللہ وقانوناً ہیں۔

یعنی گو گواہ نہ لانے کی صورت میں واقع میں اس مدعیٰ علیہ کے زانی ہونے کا احتمال ہو، مگر قانون الٰہی میں اس مدعی کو کاذب کہا جاویگا

یعنی اسکے ساتھ وہ معاملہ کیا جاوے گا جو کاذب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یعنی اس کو تہمت لگانیکی سزا دیجائیگی۔ اور اسکے دعوے کی بناء پر کسی کو اس مدعی علیہ پہ بدگمانی یا اس کے ساتھ بدزبانی جائز نہوگی۔

اسی طرح ایسے ہی ضعیف یا باطل بناؤں پر کسیکو چور سمجھ جانا یا کسی اور طرح کا شبہ کرنا جائز نہیں۔

اور سب کا قاعدہ مشترکہ یہی ہے کہ جس امر کے اثبات کا شرع میں جو طریق ہے جبتک اس طریق سے وہ اَمر ثابت نہو' اس کا کسیکی طرف منسوب کرنا جائز نہیں۔

اور اپنے محل میں ثابت ہوچکا ہے کہ اُن طُرُقِ اثبات میں شریعت نے اِلہام یا خواب یا کشف کو معتبر اور حجّت قرار نہیں دیا۔ تو اِن کی بناء پر کسی کو چُور یا مُجرم سمجھنا حرام اور سخت معصیت ہے۔ اور جب ان ذرائع کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں جو کہ امور ملزمہ میں کسی درجہ میں معتبر بھی ہیں بشرط عدم تخالف شرع، تو جو ذرائع شریعت کے نزدیک کوئی درجہ بھی نہیں رکھتے ان پر حکم لگانا تو کس قدر سخت گناہ اور۔ جیسے حاضرات کرنا چُور کا نام نکالنا کیلئے لوٹا گھمانا، یا آج کل جو عمل مسمریزم کا شائع ہوا ہے۔ یہ تو بالکل مہمل اور خرافات

ہی ہیں ۔ جن میں اکثر جگہ تو عامل کا دھوکہ ہی ہے ۔ اور بعض جگہ تو عامل دھوکہ باز تو نہیں ہوتا مگر وہ خود دھوکہ میں ہوتا ہے ۔ اس کو ان اعمال کی حقیقت معلوم نہیں ۔

سو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ سب تصرفات قوۃ خیالیہ کے ہیں ۔ تو جیسے کوئی شخص کسی واقعہ میں فکر و خیال کو صرف کر کے کوئی رائے قائم کرے ۔ بس اس سے زیادہ ان اعمال کی حقیقت نہیں، اور اس سے دھوکہ نہ ہو کہ بعض اعمال میں آیاتِ قرآنیہ پڑھی جاتی ہیں ۔ بات یہ ہے کہ ان آیات کی تلاوت محض حیلہ ہے قوۃ خیالیہ کے یکسو کرنیکا، ورنہ اصل فعل قوۃ خیالیہ کا ہے ۔ گو آیات بھی نہ پڑھی جائیں جب بھی وہ تصرفات ظاہر ہوتے ۔

اور اگر صرف آیات پڑھی جائیں اور خیال کو دوسری طرف متصرف کر دیا جائے تو ہرگز یہ تصرفات ظاہر نہ ہوں ۔ اور یہی حکم ہے قرآن مجید کا ۔ اور دیوان حافظ یا مثنوی سے فال لیکر کسی پر کوئی حکم لگا دینے کا ۔ جیسے ایک حکایت مشہور ہے کہ کسی بادشاہ کی بیگم کا بڑا قیمتی ہار گم ہوگیا تھا ۔ اس نے کنیزک سے بوقت شب چراغ منگا کر اس کی روشنی میں دیوان حافظ سے فال لی تو یہ مصرع نکلا "چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد" بس اس نے

اس کنیز کو پکڑ لیا اور تلاشی لینے کے بعد ہار اس کے پاس سے
نکلا ، اگر ایسی حکایات ثابت بھی ہوں تو اتفاقی بات ہے
نہ اس عمل اور اس واقعہ میں کوئی وجہ تعلق نہ کسی دلیل سے اس کی
دلالت اس پر ثابت توجیہ معتبرہ کیسے ہوگا اور اس سے بڑھکر یہ
کسی سحر یا کسی جن کے واسطے سے یا کسی نجومی یا پنڈت کیواسطے سے
کسی خبر کا یقین کر لینا ۔ خصوصاً جبکہ اس خبر سے کسی بَری کو متہم
کر دیا جاوے ایسا شدید حرام ہے کہ قریب کفر ہے
اور اس سے دھوکہ نہو کہ فلاں دفعہ اس سے مطابق نکلا یُوں
تو آدمی کچھ بھی نہ کرے ۔ یوں ہی بکنا شروع کر دے ۔ کوئی نہ
کوئی بات ٹھیک ہو ہی جاتی ہے ۔ اسیطرح ان خرافات میں اگر ایک
دفعہ کوئی بات سچ نکلتی ہے تو سَو دفعہ جھوٹ نکلتی ہے ۔ تو معتقدین
اس ایک کا تو ذکر کرتے ہیں اور سَو بار کا ذکر نہیں کرتے ۔
اور اگر کوئی یاد دلاتا ہے تو اتفاقی ہونیسے جواب دیدیتے ہیں ۔ اور
میں کہتا ہوں کہ جس طرح جھوٹ ہونیکو اتفاقی کہہ دیتے ہیں ۔ سچ
ہونیکو اتفاقی کیوں نہیں کہدیتے ۔ یہ سب تسویلاتِ شیطانیہ ہیں
اور اگر تجربہ و مشاہدہ میں نزاع قطعی نہیں کرتے تو انکو جانے دو ،
آخر شریعت مسلمان کیلئے اصل مدار علم و عمل کا ہے یا نہیں ۔ جب ہے

تو دیکھ لو۔ جب شریعت نے انکی دلالت کو حجت نہیں کہا تم کیسے کہتے ہو۔ اسکی ایسی مثال ہے۔ سمجھ لو کہ جنتری سے اگر ۲۹ رکا چاند ثابت ہوا۔ خواہ وہ اپنے قاعدہ میں صحیح ہی ہو، مگر شریعت نے اسکو حجت نہیں قرار دیا۔ یا کوئی بیٹا اپنے باپ کے نافع معاملہ میں گواہی دے گو وہ بیٹا کتنا ہی بڑا متقی اور سچا ہو۔ مگر اس گواہی میں اس کے قول کو حجت نہیں قرار دیا گیا۔ گو اسی اجلاس پر اگر دوسرے شخص کے معاملہ میں وہ شہادت دے فوراً قبول کرلیجاویگی۔

یا اہل سلطنت نے باوجود یکہ تار کو بعض امور میں حجت ٹھہرایا ہے لیکن اگر کوئی شخص عدالت میں اپنی شہادت تار کے ذریعہ سے بھیجدے گو پورا یقین ہو کہ اُسی شخص کا تار ہے۔ مگر قبول نہ کیا جاویگا آخر شریعت میں ایک قانون ہے۔ کیا اسکو حق نہیں کہ جن دفعات کو اپنے محکومین کیلئے قرین حکمت سمجھے تجویز کر دے۔ باقی یہ اسکے ذمہ نہیں کہ ان حکمتوں کا سبق ہر ایک کے سامنے دُہرایا کرے۔ گو بعض خاص عباد کو بعض حکمتوں پر اطلاع بھی ہو جاتی ہے۔ مگر انکے ذمہ بھی ضروری نہیں کہ ان حکمتوں کا اظہار کیا کریں کیونکہ مقصود کہ عمل ہے ان حکمتوں کے ظہور پر موقوف نہیں۔ اور البیسوں ہی پر ان کا انکشاف بھی ہوتا ہے جو اپنے عمل میں اطلاع حکمت کا انتظار

نہیں کرتے اور یہ مشرب رکھتے ہیں ؎

زباں تازہ کردن باقرارِ تو نینگیختن علت از کارِ تو

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

محمد فاروق غفرلہٗ

اترا ڈن، الہ آباد

۱۰ رجب ۱۴۰۱ھ یوم جمعہ